بعونِ صناعِ مکین و مکان بفضلِ خلاقِ زمین و زمان

۶۳

اردو کا کلاسیکی ادب

دیوانِ جہاں دار

مرتبہ

ڈاکٹر وحید قریشی

ناشر

مجلسِ ترقیٔ ادب ۲۔ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

بعونِ صناعِ مکین و مکان بفضلِ خلاقِ زمین و زمان

۶۳

اردو کا کلاسیکی ادب

دیوانِ جہاں دار

مرتبہ
ڈاکٹر وحید قریشی

ناشر

مجلسِ ترقیِ ادب ۲۔ نرسنگھ داس گارڈن
کلب روڈ لاہور

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول : جنوری ۱۹۶۶ع

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج ، ستارۂ امتیاز
ناظم مجلس ترقیِ ادب ، لاہور

مطبع : مطبع عالیہ ، لاہور

مہتمم : ظفرالحسن رضوی

سرورق : زرین آرٹ پریس ، لاہور

قیمت :

فہرست

نمبرشمار		صفحہ
۱ -	ابتدائیہ : از ڈاکٹر وحید قریشی	۳
۲ -	مقدمہ : از ڈاکٹر وحید قریشی	۹
	ولادت	۱۱
	تعلیم	۱۶
	سیاست میں حصہ	۲۵
	شاہ عالم کی واپسی	۲۸
	دلی سے روانگی	۳۲
	قیام لکھنئو	۳۹
	لکھنئو کی محفلیں	۴۱
	بنارس	۴۵
	دلی کو روانگی	۴۷
	واپسی اور انتقال	۴۹
	وفات کی تاریخ	۵۱
	تصانیف	۵۳
	خاندان کے دوسرے افراد	۵۷

دیوان جہاں دار

الف

۳ -	خود بہ خود یار ہم سے آج سکچانے لگا	۶۳
۴ -	دل پر خوں جو جام ہے میرا	۶۴

نمبر شمار	مصرع اول	صفحہ
۵	جی بھرا آتا ہے خالی مے کا پیالہ دے گیا - - -	۶۵
۶	مر کس کے اشتیاق میں یہ بے اجل گیا - - -	۶۷
۷	کوئی کر سکتا ہے یارو جیسا میں نے کام کیا - -	۶۷
۸	جو کچھ کہ تو نے سر پہ مرے دل ربا کیا - -	۶۸
۹	دنیا میں کوئی دل کا خریدار نہ پایا - - - -	۶۹
۱۰	جس دن سے میری آنکھوں میں وہ یار بھا گیا - -	۷۰
۱۱	وہ رشک مہ چمن میں جا کر جو مسکرایا - - -	۷۱
۱۲	دور ہی سے آتے مجھ کو دیکھا جو اس نے ٹھٹھکا -	۷۱
۱۳	کچھ نہ تھا آگے عشق کا چرچا - - - - -	۷۲
۱۴	یار جب ہم کنار ہووے گا - - - - -	۷۳
۱۵	مت بولیو تو اس سے جہان دار دیکھنا - - -	۷۴
۱۶	سنتا نہیں کسو ہی کی وہ یار دیکھنا - - -	۷۴
۱۷	پڑا جلتا ہے فرقت میں تن اپنا اور جاں اپنا - -	۷۵
۱۸	کیا جانیے کب دل کو مرے شاد کرے گا - -	۷۶
۱۹	نالہ جدھر میرا گزر کر گیا - - - - -	۷۷
۲۰	کیا بلا ہے دل جو سینے میں دھڑک کر رہ گیا - -	۷۸
۲۱	دل مبتلا کو میرے گر لے گیا تو پھر کیا - -	۷۹
۲۲	خیال وصل ترا دل سے ٹک جدا نہ ہوا - - -	۷۹
۲۳	معلوم ہی نہیں کہ مجھے کیا بلا ہوا - - -	۸۰
۲۴	جو عشق اپنا میں اس شوخ سے عیاں کرتا - -	۸۱
۲۵	کرم جو گھر مرے وہ یار دلستاں کرتا - - -	۸۲
۲۶	یہ میں ہی ہوں کہ تو مجھ پر سو جفا کرتا - -	۸۱
۲۷	جو تو یاں سے رشک قمر جائے گا - - - -	۸۳

نمبر شمار	مصرع اول	صفحہ
۲۸	مجھ سے عاشق کے تئیں مار کے کیا پاوے گا - -	۸۴
۲۹	پاوے گا گھر میں یار جو اک بار بے نوا -	۸۵
۳۰	اخفاے راز کرنا ہے خوب عاشقی کا - -	۸۵
۳۱	میں تو سو بار ترے ملنے کو آیا تنہا -	۸۶

ب

۳۲	ستایا تو نے دل کو بے وفا خوب - - -	۸۷

ت

۳۳	نہیں یہ نالۂ زار محبت - - - - -	۸۸
۳۴	غیر ٹھہرے ترے غم خوار خدا کی قدرت -	۸۹
۳۵	مجھ کو روتے ہی زار گزری رات - -	۹۰

ث

۳۶	آگے کرتے تھے پیار کیا باعث - - - -	۹۱
۳۷	مت آ بھویں چڑھا کے اے پیارے عبث عبث -	۹۲

ج

۳۸	یوں جو الطاف کر رہا ہے آج - - - -	۹۲

چ

۳۹	دیکھا عذار یار جو اک دن چمن کے بیچ - -	۹۳

ح

۴۰	تنہا نہ مہر میں ہے رخ یار کی طرح - -	۹۴

خ

۴۱	نگاہ ناز سے دل لے گیا شوخ - - - -	۹۶

نمبر شمار	مصرع اول	صفحه
	د	
۴۲	در په تیرے پکار کی فریاد - - - - -	۹۶
۴۳	تیری مژگاں هیں دار کی مانند - - - - -	۹۷
	ر	
۴۴	همارے شور نے نالے کے جا کر - - - - -	۹۹
۴۵	هو چمن میں اگر وه رشک بہار - - - -	۹۹
۴۶	اپنے قاتل کا میں کس طرح نه هوں دامن گیر -	۱۰۰
۴۷	کیا کیا بلائیں لائیں گے کس کس کی جان پر -	۱۰۱
۴۸	دیکھو تو میرے ناله و آه و فغاں کی اور -	۱۰۲
	س	
۴۹	جوں حباب آنکھ کھول کر افسوس - - -	۱۰۳
۵۰	اگرچه تو تو زمانے میں ایک یار ہے بس -	۱۰۴
	ش	
۵۱	صنم کو دیکھتے هی اڑ گیا هوش - - -	۱۰۵
	ظ	
۵۲	ظلم سے اپنے کیا ہے تو محظوظ - - - -	۱۰۶
	غ	
۵۳	هیں بسکه جزو تن مرے طاؤس وار داغ - - -	۱۰۷
	ف	
۵۴	سینۂ پرسوز یک سو ، چشم گریاں یک طرف - -	۱۰۸
	ک	
۵۵	پہنچی ہے درد هجر میں آ جان لب تلک - - -	۱۰۸

صفحہ	مصرع اول	نمبر شمار
۱۰۹	جس کو کہ دسترس ہوئی دامان یار تک	۵۶
۱۱۰	کہاں طالع جو پہنچیں اس کے در تک	۵۷
	ق	
۱۱۱	مجھ سے رہتا ہے تو خفا ناحق	۵۸
	ل	
۱۱۲	اشک ساں سر پٹک رہا ہے دل	۵۹
	م	
۱۱۳	جب یاد چمن کو ارے صیاد کریں ہم	۶۰
۱۱۴	نہ پوچھو دھر میں کیا کر چلے ہم	۶۱
۱۱۶	جب کہ گل گشت چمن کو ناز سے جاتے ہو تم	۶۲
	ں	
۱۱۷	زلف آغشتہ جو منہ پر یہ صنم رکھتے ہیں	۶۳
۱۱۸	جدا ہوں تجھ سے صنم سخت بے قرار ہوں میں	۶۴
۱۲۰	گھڑیاں گنتے ہی جاتی ہیں راتیں	۶۵
۱۲۰	شگفتہ ہو یہ دل اور ہوگویا گلزار پہلو میں	۶۶
۱۲۱	ترے عشق کے جب سے پالے پڑے ہیں	۶۷
	و	
۱۲۲	دکھا غیروں کو گریاں آئے گا تو	۶۸
۱۲۳	آج تم ناز دکھاتے ہو یہ کس کو ؟ ہم کو	۶۹
۱۲۴	میری جو چشم زار ہیں دونو	۷۰
۱۲۴	یا الٰہی ایک ایسی بھی تو کوئی رات ہو	۷۱
۱۲۴	آخر گل اپنے صرف در میکدہ ہوئے	۷۲

نمبر شمار	مصرع اول	صفحہ
	●	
۷۳	دیکھ تیرا جال کچھ کا کچھ	۱۲۵
۷۴	کب وہ کرتا مری اور ، جفاکیش نگاہ	۱۲۵
	ی	
۷۵	قسمت کو اپنے لکھے تئیں کون دھو سکے	۱۲۶
۷۶	یار کے بن بہار کیا کیجے	۱۲۶
۷۷	جوں حباب ایک ھے ھوا باقی	۱۲۸
۷۸	یک دو جام اور بھی دے تو ساقی	۱۲۹
۷۹	جو مر گئے تری چشم سیاہ کے مارے	۱۳۰
۸۰	دل پرستار ھیں سب خلق کے مورت کے تری	۱۳۱
۸۱	جوکچھ کیا سو ہم نے کیا اپنی چاہ سے	۱۳۲
۸۲	خدا گواہ مرے درد دل کا ھے پیارے	۱۳۲
۸۳	لگ جائے ترا دل بھی کہیں آہ کسی سے	۱۳۳
۸۴	وہ رشک مہ مری آغوش میں جو در آوے	۱۳۴
۸۵	تجھ بے وفا کی آہ کوئی چاہ کیا کرے	۱۳۵
۸۶	چھوڑا ملاپ یار کا اغیار کے لیے	۱۳۶
۸۷	بیٹھ کر جب وہ یار اٹھتا ھے	۱۳۷
۸۸	یہ شیشۂ مئے گلگوں اے یار بن تیرے	۱۳۹
۸۹	اے ظالم ترے جب سے پالے پڑے	۱۴۰
۹۰	کل تک اس کی وہ مہربانی تھی	۱۴۱
۹۱	کون سی بات تری ہم سے اٹھائی نہ گئی	۱۴۲
۹۲	وہ نوخط ان دنوں جو مشق جفا کرے ھے	۱۴۳
۹۳	اس وقت بارے کچھ تو کرم بخشی کیجیے	۱۴۳

صفحه	مصرع اول	نمبر شمار
۱۴۴	دیت کا نام اس عاشق ستم کے آگے کیا لیجے	۹۴
۱۴۴	یک وجب باشد اگر جا بر سر آن کو مرا	۹۵
۱۴۵	مرا گر بوسه' اے امداد سازی	۹۶
۱۴۶	براه عشق و محبت که هر قدم خطر است	۹۷
۱۴۷	چه حاصل گر نهادی آستین بر چشم گریانم	۹۸
۱۴۷	هر که نظارهٔ آن دلبر مه پاره کند	۹۹
۱۴۸	بغم تو خواب چشمم شب انتظار نگرفت	۱۰۰
۱۴۸	قیمت بوسه ات اگر جان است	۱۰۱
۱۴۸	تا بزم تو آمدنم تا خبرے هست	۱۰۲
۱۴۹	دیدم صنمے ماه رخے مهر لقاے باصورت زیبا	۱۰۳
۱۴۹	گفتم چه کنی کیستی اے جان زکجائی گفتا که تراچه	۱۰۴
۱۵۰	بهاتی هیں ز بس یه چشم تر آب	۱۰۵

ضمیمے

صفحه	مصرع اول	نمبر شمار
۱۵۷	ضمیمه نمبر ۱	۱۰۶
۱۶۴	ضمیمه نمبر ۲	۱۰۷
۱۷۲	ضمیمه نمبر ۳	۱۰۸
۱۷۶	ضمیمه نمبر ۴	۱۰۹

ابتدائیہ

اور

مقدمہ

از

ڈاکٹر وحید قریشی

ابتدائیہ

''دیوان جہاں دار'' کا یہ متن پنجاب یونیورسٹی کے مخطوطہ نمبر ۸۷۰۸ ۸۹۱۴۱۳ ج ۸۷۱د پر مبنی ہے - یہ نسخہ بہ ظاہر معاصر معلوم ہوتا ہے - پہلے صفحے پر مہر ہے جو کتاب کے کسی سابقہ مالک نے خراب کرکے اوپر کاغذ کی چیپی لگا دی ہے کہ چیپی اتارنے پر بھی نقوش خوانا نہیں - اس کے متصل ۱۲ ماہ اپریل ۱۸۲۳ع درج ہے جو نسخے کے کاتب کی تحریر سے الگ ہے - یہ نسخہ ورق ۱۳ لا تک معمولی خط نستعلیق میں نقل ہوا ہے - اس ورق کے آخر سے تحریر شکستہ آمیز ہے - حاشیوں کی عبارتیں البتہ تمام تر شکستہ آمیز ہیں - کاتب معمولی پڑھا لکھا معلوم ہوتا ہے - اکثر مصرعے ناقص اور نا مکمل درج کرتا ہے اور بعض فاحش غلطیاں بھی کر جاتا ہے - تیرھویں صدی ہجری میں پاک و ہند کے کاتب کسی مقررہ اصول املا پر کاربند نہیں رہے تھے؛ یہی حال اس نسخے کا ہے - کاتب الگ الگ الفاظ کو ملا کر لکھنے کا بہت شائق معلوم ہوتا ہے (ھمسی ، حسنکی ، بمہری ، ایمیاں) بعض اوقات ملا کر لکھے جانے والے لفظ الگ الگ درج ہوئے ہیں (بجھااون ، زندہ‌گی ، جہیں کون ، سمجھ تے ، دیکھہ تے) ، الف ممدودہ کے لیے بھی کوئی مستقل قاعدہ پیش نظر نہیں، کبھی تو بغیر علامت مد کے درج کرتا ہے (انکھیں ، ارزو ، اج

اکی ، اتا ، اینه) کبھی مد کی پابندی بھی کی ہے (آوارہ ، آئینہ ، آتا آؤ ، آبلہ ، آدیکھہ) ایک مقام پر دو الف درج کرکے اس پر مد کا اضافہ‌بھی ہے (اآ رہے) ایک جگہ دو الف اور دو مد بھی درج ہیں (آآ) 'ٹ' کے سلسلے میں بھی دو قاعدے بروئے کار ہیں؛ کہیں تو صرف ط کی علامت اور کہیں قدیم طریقے کی پیروی میں دو نقطے درج کرکے ان کے اوپر 'ط' کی علامت رقم ہوئی ہے (پڑے ، امڈے ، ٹک ، ٹکڑے ، ٹالے ، بیٹھا ، اوٹھتا ، اوٹھاے ، سٹک) ، ٹ کے بعد ک کا حرف آیا ہے تو عموماً ک کے مرکز کے بعد 'ط' کا نشان دیا ہے ؛ چاہے اس کے نیچے کے دو نقطے اصل حرف کے اوپر ھی ڈال دیے ھوں (پک ، لک ستک) کبھی ایسا بھی‌ہوا ہے کہ ڑ اور ڈ کے لیے یہ التزام ہے کہ یا تو 'ط' کی علامت سے کام لیا ہے (کھڑیاں) یا اسے بھی غایب کرگئے ھیں (دھونلدی) ۔ نون اور نون غنہ کا امتیاز بھی ملحوظ نہیں حتیٰ کہ لفظ کے آخر میں آنے والے نون غنہ میں بھی باقاعدہ نقطہ دیا گیا ہے (کیون ، ھاتھون ، جون ، جنون ، زلفون ، ھون ، کرون ، نالان) ۔ کاتب ھاے مخلوط‌التلفظ میں بھی دو چشمی ھ کا التزام نہیں کرتا بلکہ اس نے ھ دو چشمی کا استعمال نسخے کے شروع کے چند ھی مقامات پر صرف 'ہے' کے لفظ میں کیا ہے اور اسے 'ھی' کرکے لکھا ہے ۔ مخلوطی 'ھ' جہاں‌کہیں بھی درکار تھی وھاں عام ھاے ھوز سے کام چلایا ہے اور ہر جگہ اس بات کی خاص طور پر پابندی کی ہے کہ جہاں کہیں ہ لفظ کے وسط میں بھی آئی ہے وہاں اس کے نیچے شوشہ ضرور لگایا ہے (تہی = تھے ، ابہی = ابھی ، تجہسی = تجھ سے ، لبہانے = لبھانے ، مکہڑا = مکھڑا ، مجہی = مجھے سمجہانی = سمجھانے کبہی = کبھی ، کہر = گھر ، تڑپہی = تڑپھے ، کبہو = کبھو ،

بیٹھتا = بیٹھتا ، کہو = کھو ، چھوڑ = چھوڑ ، رکہتا = رکھتا ، کہائیل = گھائل) کبھی کبھی ھائے مخلوط اڑا بھی دی ھے (تجہکو = تجکو) لیکن یہ قدیم طریق املا بہت کم ھے۔ بعض الفاظ کا املا غریب ھے جیسے کاڑاھا (کاڑھا) ، چڑ (چڑھا) ، دیکھانے (دکھانے) دیکھاتی (دکھاتی) دیکھاوے گا (دکھاوے گا) دیکھا (دکھا) نیں (نے) ۔گ کے مرکز کے بارے میں یہ پابندی ھے کہ صرف ایک مرکز لگایا گیا ھے ۔ یاے معروف مجھول کا فرق بھی نہیں کیا۔ ی کے نیچے دو نقطے اکثر دیے ھیں ۔ پیش (ضمہ) کے لیے واؤ کا استعمال ھر جگہ کیا گیا ھے (اودھر ، اوٹہاوے ، اوٹہہ ، اوڑ ، لوبھاتے) بلکہ حرکت کو کھینچ کر حرف علت بنانے کا اصول اور بھی کئی مقامات پر نظر آتا ھے (لوھو ، لاگا ، ایدھر) ھمزہ کی بجاے اواؤ کا استعمال بھی کہیں کہیں دیکھنے میں آیا ھے (جاوں، کھاوون) ۔ زیر کی بجاے ے کا استعمال بھی کرتے ھیں؛جیسے: ایک، تیرا، میرا بجاے اک، ترا، مرا ۔ موجودہ متن میں ان سب مقامات پر جدید املا اختیار کی گئی ھے ۔

املا سے قطع نظر خود صاحب دیوان کے بعض لسانی رجحانات بھی قابل ذکر ھیں ۔ جہاں دار کے ھاں تذکیر و تانیث کے سلسلے میں اس عام خیال کی تردید ھوتی ھے کہ دلی اور لکھنؤ میں تذکیر و تانیث کا نظام بالکل جامد تھا ۔ جہاں دار ایسے دور کے شاعر ھیں جب خود دلی کے بعض الفاظ مابعد کے دستور کے خلاف مذکر اور بعض مونث تھے (دیکھیے ضمیمہ ۱)، وہ قدیم و جدید کے ایسے دو راہے پر کھڑا ھے جہاں کبھی تو سیں، سیتی، ستی، کوں آپھی، اوری، تئیں، ٹک جیسے الفاظ برتے جاتے ھیں (دیکھیے ضمیمہ ۲) اور کبھی جدید زبان کا استعمال ھے ۔ بعض محاورات و

تراکیب بھی ان کی زبان پر جاری ہیں جو قلعۂ معلی میں رائج تھے اور بعد میں ترک ہوگئے (دیکھیے ضمیمہ ۳) ۔ وہ 'ان' لگاکر جمع بنانے کے عادی ہیں (اسم چاہے مذکر ہو چاہے مونث) ، ہی کی بجاے ''ہیں'' تحریر کرتے ہیں اور وو ہیں اور وو کے استعمال سے بھی گریز نہیں ۔ ''کوئی'' کو کبھی فعلن کے وزن پر اور کبھی فع کے وزن پر باندھتے ہیں ۔ اسی طرح علم عروض سے کئی طرح کی دوسری آزادیاں بھی انہیں منظور ہیں مثلاً 'ن' کا اعلان اور بالعکس ، ی کا دبنا ، ہ کا دبنا ، و کا دبنا اور سقوط حروف وغیرہ ۔

قلمی نسخے کا کاتب چونکہ نہایت غیر محتاط اور غلط نویس ہے اس لیے بعض مقامات پر خاصی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اور قیاسی اضافوں اور تصحیحات سے کام لینا پڑا ۔ ایسے تمام اضافے کھنی دار قوسین میں درج ہیں ۔ زیادہ مشکوک صورتوں میں حواشی میں متبادل قرأتیں بھی تجویز کی گئی ہیں ۔ بعض اشعار جو اس نسخے میں نہ تھے اور شعرائے اردو کے تذکروں میں ملے، مناسب مقامات پر شامل کیے گئے ہیں اور حواشی میں ان کے مآخذ بھی بتا دیے ہیں ۔ تذکروں اور دیوان کے مشترک اشعار میں جہاں قرأتوں کا اختلاف تھا وہ بھی حاشیوں میں مذکور ہے ۔ دو غزلیں دیوان میں بہ ادنیٰ اختلاف شامل تھیں تکرار کو ہٹا کر اختلاف حاشیے میں مرقوم ہے ۔

آخر میں چار ضمیمے شامل ہیں ؛ ضمیمۂ اول میں بعض اہم الفاظ کی تذکیر و تانیث ہے ۔ قوسین میں اس کی صراحت ہے کہ دیوان میں لفظ مذکر آیا ہے یا مونث اس بارے میں لکھنؤ اور دلی کا کوئی اختلاف یا دوسرے شعراء کے ہاں کوئی مختلف صورت ہے تو اس کی وضاحت بھی کی گئی ہے اور مآخذ کا حوالہ بھی دیا ہے ۔

ضمیمہ نمبر۲ میں اس دیوان کے قدیم الفاظ کی فہرست ہے۔ اس میں وہ لفظ بھی ہیں جو جہاں دار کے زمانے میں متروک ہوگئے تھے اور وہ بھی جو اس کے بعد ترک ہوئے۔ ان الفاظ کے متعلق بعض اہم اقتباسات بھی درج ہیں جن سے ان الفاظ پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ قوسین میں الفاظ کی جدید شکل یا معانی درج ہیں۔ جہاں جہاندار ہی کے ہاں لفظ کی قدیم و جدید دونوں شکلیں پائی گئی ہیں، وہاں حاشیے میں جدید شکل کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

ضمیمہ نمبر۳ میں خاص خاص محاورات و تراکیب و مرکبات اور روزمرے درج ہیں، قوسین میں معانی اور محل استعمال کی وضاحت بھی ہے۔ قدیم حال مطلق، ماضی و مستقبل اور ضمائر وغیرہ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کے لیے اصل متن سے رجوع کیا جائے۔

ضمیموں میں اعداد سے مراد متن کے شعر کا نمبر شمار ہے۔ دیوان میں بائیں طرف ہر پانچ شعروں کے بعد اشعار کی گنتی دی گئی ہے۔ متن کے دائیں طرف نسخے کے ورق کا نمبر رقم کیا گیا ہے۔

ضمیمہ نمبر۴ جہاں دار کی وفات کے متعلق تین دستاویزوں پر مشتمل ہے، ایک قتلق سلطان بیگم (جینا بیگم) زوجۂ جہاں دار شاہ کا خط ہے جو اس نے جہاں دار کے انتقال کی اطلاع کے طور پر گورنر جنرل کارنوالس کو لکھا تھا۔ دوسرے دو خط جہاں دار کے تحریر کردہ اور انتقال سے کچھ پہلے علی ابراہیم خاں خلیل صدر عدالت بنارس اور مسٹر ڈنکن ریزیڈنٹ بنارس کے نام لکھے گئے ہیں۔ ان میں اس اضطراب کا اظہار ہے کہ جہاں دا رکی بیوی اور دیگر اهل خانہ کو دلی نہ بھیج دیا جائے۔ ان خطوط کے بین السطور سے بخوبی واضح ہے کہ جہاں دار نے وفات سے قبل جب دلی کا

رخ کیا تھا تو دراصل اپنے باپ کی مدد کے لیے نہیں بلکہ خود اپنی بادشاہت قائم کرنے کے خیال سے کیا ہوگا۔ اسی عندیے کو بھانپ کر شاہ عالم نے اسے دلی میں نہیں ٹھہرنے دیا تھا۔ اب جہاں‌دار نہیں چاہتا تھا کہ اس کے بیوی بچے شاہ عالم کی تحویل میں جائیں۔ یہ مرنے والے کے دلی اضطراب کے آئینہ دار ہیں۔

آخر میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری اور پنجاب پبلک لائبریری کے کارپردازوں کا بھی ممنون ہوں جن کی اعانت سے قلمی نسخوں سے استفادے کا موقع ملا۔

وحید قریشی

۲۶۹/این
سمن آباد لاہور

مقدمہ

شہزادہ جواں بخت جہاں دار شاہ خانوادۂ تیموری سے تھے۔ یہ پاک و ہند کے ان معدودے چند خاندانوں سے ہے جس نے رزم و بزم دونوں میدانوں میں داد شجاعت دی ۔ کشور کشائی اور انتظامی صلاحیت کے علاوہ علم و فضل کی سرپرستی اور شعر و ادب کا بلند ذوق رکھنے کی وجہ سے تاریخ ادب میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ دودمان تیموری کے فرزندوں نے صرف علم و ادب کی حوصلہ افزائی ہی نہیں کی بلکہ ان میں کئی ایسے جلیل القدر صاحب سیف و قلم ہو گزرے ہیں جن کے کارنامے ترکی ، فارسی اور اردو میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں ۔ بابر کی توزک اور ترکی دیوان اس کی اعلیٰ علمی صلاحیتوں کا ثبوت ہے ، ہمایوں کی ریاضی و نجوم سے واقفیت اور فارسی زبان و ادب میں دسترس کا حال بھی کسی سے مخفی نہیں ۔ شہزادہ کامران کا فارسی دیوان ادب کے قدردانوں سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے ۔ گل بدن بیگم کا 'ہمایوں نامہ' اپنے دل کش اسلوب اور گراں قدر معلومات کی وجہ سے آج بھی خاصے کی چیز ہے ۔ جہاں گیر کی توزک پاک و ہند کے فارسی سرمائے میں وقیع مقام کی حامل ہے ۔ شاہ جہان کے مکتوبات بھی بیاضوں اور مجموعوں میں پائے جاتے ہیں ۔ دارا شکوہ

کی ''سرِّ اکبر'' ''سفینۃالاولیاء'' اور ''سکینۃالاولیاء'' کے علاوہ منظوم فارسی کلام کی بھی خاصی مقدار موجود ہے ۔ رسالۂ ''حق نما''، ''مجمع البحرین'' مثنویاں بھی اہمیت رکھتی ہیں ۔ جہاں آرا بیگم کی ''مونس ارواح'' بھی اس کے اعلیٰ نثری ذوق کی آئینہ دار ہے۔ اورنگ زیب کے خطوط فارسی نثر کے اعلیٰ نمونے شمار کیے جاتے ہیں ۔ اس کی صاحب زادی زیب النسا کی منشات کا ذکر بھی اہمیت رکھتا ہے ۔ یہ سلسلۂ تصنیف و تالیف صرف دور عروج تک محدود نہیں بلکہ اورنگ زیب کے بعد بھی مغل فرماں رواؤں نے فارسی اور ترکی ادب کی آبیاری جاری رکھی ۔ ان ادیب فرماں رواؤں میں شاہ عالم ثانی کا نام فارسی ، ہندی اور اردو شعر و ادب میں اونچا مقام رکھتا ہے ۔ ان کا ہندی دیوان ''نادرات شاہی'' کے نام سے شائع ہوچکا ہے ۔ اردو دیوان ناپید ہے لیکن تذکروں میں اشعار پائے جاتے ہیں ۔ فارسی دیوان کے قلمی نسخے بھی بعض کتاب خانوں میں ملتے ہیں ۔ ''عجائب القصص'' (اردو نثر) بھی زیور طبع سے آراستہ ہوگئی ہے اور اس نادرۂ روزگار شاعر اور نثر نگار کے مرتبے کی شاہد ہے ۔ یہ سلسلۂ تصنیف و تالیف اس کے فرزندوں جہاں دار شاہ اور سلیمان شکوہ پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اظفری گورگانی ''واقعات اظفری'' (نثر) اور دیوان ریختہ ، مرزا حسن بخت ، مرزا فرخندہ بخت جہاں شاہ قمر تخلص ، شہزادہ قادر بخش صابر (صاحب ''گلستان سخن''—تذکرۂ شعرا) اور ریاض قادر (دیوان اردو) اور ابو ظفر بہادر شاہ (''کلیات ظفر'' چار جلدوں میں) بھی اسی خانوادے کے چشم و چراغ اور شعر و ادب کے متوالے تھے ۔ فارسی کا ذوق اس خاندان میں آخر تک قائم رہا ۔ ترکی میں مہارت کی داستان محمد شاہ پر آ کر ختم ہوگئی ۔ اردو

شعر و ادب کا زور آخر زمانے میں آکر البتہ بڑھ گیا ۔ شاہ عالم اور اس کے فرزندوں نے اردو زبان و ادب کی جو خدمت کی ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں ۔ جہاں‌دار شاہ نے بے انتہا مصروف سیاسی زندگی بسر کی ، اس کے باوجود اسے اردو شاعری سے لگاؤ تھا اور فارسی میں بھی بند نہ تھا ۔ اس کا اردو دیوان اگرچہ مختصر ہے لیکن اس سے اس کی شعری صلاحیتوں کا پورا اندازہ ہوسکتا ہے ۔

ولادت

جہان دار شاہ کی تاریخ پیدائش کا صحیح طور پر علم نہیں ۔ فرینکلن نے ۱۷۴۰ع (۱۱۵۳ھ) کے لگ بھگ قرار دی ہے(۱) لیکن اظفری نے ''واقعات اظفری'' میں لکھا ہے :

''حاکمان وقت محمد محی‌الملت ولد محی‌السنته ابن محمد کام بخش خلف خورد ترین حضرت خلد مکان را از قید نو محلۂ قلعۂ‌مبارک بر آوردہ بادشاہ کردند...چون فوج جنوب یعنی بھاؤ و وسواس راؤ رسیدند از نوشت و خواند و فہمانیدن جناب ایشان (مرزا بابا) جنوبیان مسطور شاہ جہان ثانی(محی‌الملت) را دستگیر نمودہ باز بہ قلعۂ مبارک در نو محلہ بدستور قید نمودہ و میرزا جوان بخت جہان دار شاہ موصوف و مغفور کلان پسر بادشاہ جمجاہ را کہ ہفت ہشت سالہ عمر داشتند معہ جناب ایشان باز از نو محلۂ‌مسطور بر آوردہ از طرف

---

(1) History of Shah Aulum (Franklin) ed. 1798 Page 162.

جہاں جہاندار کی وفات کے وقت اسے ۴۸ ویں سال میں بتایاگیا ہے ۔

شاہ عالم بادشاہ‌که در آن زمان در بلدۂ الہ‌آباد مخیم
سرادقات دولت علیا بود ولی عہد نمودہ و نواب زینت محل
مادر علاق بادشاہ را در محل معلی سردار و بختاور خان
...را ناظر کل گردانیدہ بر ڈیوڑھی٭ بادشاہی و
سلاطین و بیگات مختار ذی اقتدار و بہ جناب ایشان
ولی عہد بہادر را سپردہ نمودہ (۱)

۱۱۷۴ھ/۱۷۶۱ع میں اگر جہاں‌دار شاہ سات آٹھ برس کے تھے تو ان کی پیدائش ۱۱۶۶ھ کے گرد و پیش شمار ہونی چاہیے ۔ امتیازعلی‌خاں عرشی تقریباً ۱۱۶۲ھ/۱۷۴۹ع قرار دیتے ہیں (۲) جہاں دار کے والد عالی‌گوہر (شاہ عالم) ۱۷ ذی قعدہ ۱۱۴۰ھ میں اس وقت پیدا ہوئے تھے جب آن کے والد عزیزالدین (عالم‌گیر ثانی) فرخ سیر کی قید میں تھے اور ۱۰ شعبان ۱۱۶۷ھ - ۲ جون ۱۷۵۴ع کو جب عماد الملک نے عزیزالدین‌کو عالم‌گیر ثانی کے لقب سے تخت نشین کیا تو انھیں بھی رہائی حاصل ہوئی ۔ اس طرح گویا جہاں دار کی پیدائش کا زمانہ نظربندی کا دور ہی ہے ۔ ان بیانات میں فرینکلن کا دیا ہوا سنہ مشکوک نظر آتا ہے ۔ جہاں دار کی پیدائش کے سلسلے میں تین دلائل کو سامنے رکھنا ضروری ہے (۳) :

---

(۱) ''واقعات اظفری'' ، اظفری ' قلمی ' پنجاب پبلک لائبریری ' لاہور ۔ ورق ۹۶ الف ۔

(۲) ''نادرات شاہی'' (شاہ عالم) مرتبہ عرشی ، دیباچہ صفحہ ۵۰ ۔

(۳) ایک قرینہ‌یہ بھی ہوسکتا تھا کہ ۱۱۷۰ھ میں جہاں‌دار اتنی عمر کے تھے کہ باپ سے الگ سوتیلی دادی کے پاس رہ سکیں لیکن یہ دلیل اس لیے باطل ہے کہ نواب زینت محل‌کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اور انھوں نے جہاں‌دار شاہ کو اس کی پیدائش پر ہی‌گود لے لیا تھا ، دیکھیے ''واقعات اظفری'' ورق ۹۶ الف ۔

۱ - ۱۷۴۰ھ میں جب انھیں احمد شاہ ابدالی نے ولی عہد سلطنت مقرر کیا تو تیموری شہزادے مرزا بابا (محمد علاءالدولہ بہادر) ان کے معین و مددگار تھے - جہاں دار کی کم عمری کے سبب مرزا بابا کو لوگوں نے مشورہ دیا تھا کہ آپ خود حکومت پر قابض ہوجائیں - اس لیے اس وقت شہزادے کی عمر شعور کی حد میں نہ ہونی چاہیے(۱) -

۲ - جہاں‌دار شاہ اپنے باپ شاہ عالم کی اودھ سے واپسی (۱۱۸۵ھ) پر مرزا بابا کی لڑکی سے بیاہے گئے - اس وقت وہ اس عمر کو پہنچے تھے کہ ان کی شادی کر دی جائے -

۳ - جہاں‌دار نے ۱۲۰۱ھ میں انتقال کیا - ''طبقات الشعرا'' (شوق) میں ان کا ذکر بصیغۂ ماضی درج ہے لیکن انھیں جوانا مرگ بتایا گیا ہے (۲) ''عمدۂ منتخبہ'' کے مؤلف نے بھی اس کی تائید کی ہے - عشقی نے بہ صراحت لکھا ہے کہ آغاز جوانی میں انتقال کیا (۳) اس لحاظ سے انتقال کے وقت ان کی عمر بہر حال چالیس برس سے کم شمار ہونی چاہیے -

اس استدلال کی روشنی میں فرینکلن کی بیان کردہ تاریخ قابل قبول نہیں - عجیب بات ہے کہ عبدالعلی نے ایک طرف تو فرینکلن کا بیان کردہ سنہ پیدائش اختیار کیا ہے اور ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جہاں‌دار کی ابتدائی تعلیم و تربیت اعلیٰ درجے

---

(۱) ''نادرات شاہی'' 'عرشی' دیباچہ -

(۲) ''طبقات الشعرا'' ، ترجمہ ۱۵۲ -

(۳) اقتباسات آگے مناسب مقام پر درج ہیں -

کی ہوئی تھی (۱) حالاں کہ قید و بند میں اعلیٰ تعلیم یا تربیت کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا اور جہاں‌دار کی خاطر خواہ تعلیم و تعلم کی نوبت حراست کے مصائب سے نکل کر ہی آئی ہو گی -

انتقال کے وقت جہاں‌دار کی عمر ۴۰ برس ہی فرض کی جائے تو پیدائش ۱۱۶۱ھ کے گرد و پیش ہوتی ہے ۱۱۷۰ھ میں عمر ۱۱ برس ۱۱۷۴ھ میں ۱۵ برس اور ۱۱۸۵ھ میں ۲۶ برس ہوجاتی ہے - بہ ظاہر جناب امتیاز علی خاں عرشی کا ۱۱۶۲ھ کا قیاس قابل قبول نظر آتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ جہاں‌دار کے باپ کی واپسی کے انتظار میں ان کی شادی اپنے زمانے کے عام دستور کے خلاف بڑی عمر میں جا کر ہوئی -

اظفری کے بیان کی روشنی میں جہاں‌دار ۱۱۶۶ھ کے قریب پیدا ہوئے ہوں تو اس لحاظ سے وہ ۱۱۷۰ھ میں چار پانچ برس کے ، ۱۱۷۴ھ میں سات آٹھ کے اور ۱۱۸۵ھ میں انیس بیس برس کے قرار دیے جاسکتے ہیں - انیس بیس برس کی عمر شادی کے لیے زیادہ موزوں دکھائی دیتی ہے اس لیے قرائن کی رو سے اظفری کی بیان کردہ عمر کا اندازہ صحیح نظر آتا ہے اور ہمارے دلائل سے ہم آہنگ - اظفری کا بیان یوں بھی معاصر ہونے کی وجہ سے اہمیت رکھتا ہے ، دوسرے اس کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہوجاتی ہے کہ اظفری تیموری خانوادے ہی سے تھا -

---

(1) Indian Historical Records Commission Proceedings of Meetings Vol. XIV Dec. 1937 ; Prince Jawan Bakht Jahandar Shah (A,F. M. Abdul Ali F.R.S.L.M., M.A.) page 138.

وہ خود جہاں‌دار شاہ سے قریبی تعلق رکھتا تھا ۔ اس کے خاندانی شجرہ یہ ہے(۱) ۔

اورنگ زیب عالمگیر
شاہ عالم اول
جہاں‌دار شاہ

عزیزالدین عالم‌گیر ثانی
شاہ عالم ثانی
جہاں‌دار شاہ

عفت آرا بیگم
سلطان محمد عیسیٰ
سلطان محمد ولی
ظہیرالدین اظفری

اس طرح جہاں‌دار شاہ پسر شاہ عالم ثانی سے اظفری کا خاندانی سلسلہ جہاں‌دار شاہ پسر شاہ عالم اول پر جاکر مل جاتا ہے ۔ اظفری کے والد ان تیموری شہزادوں میں سے تھے جنھوں نے نظر بندی میں زندگی کاٹی ۔ اظفری بھی پیدائش (۱۱۷۲ھ) سے ۱۲۰۲ھ تک قلعے کے اندر نظر بند رہے (۲) تاہم ان کی وہ اطلاعات بھی جو اس کی پیدائش سے قبل کے واقعات سے متعلق ہیں ، یقیناً معتبر

(۱) ''اظفری گورگانی اور ان کا ریختہ کلام'' (سید علی عباس) صفحہ ۱۵ ''صبح وطن اعظم'' (اعظم) کے تذکرے میں غلطی سے دلی سے ان کا سفر ۱۲۱۲ھ لکھا ہے (صفحہ ۳۵) لیکن وہ صحیح نہیں ۔
(۲) ایضاً صفحہ ۱۶ ، ۲۶ ۔

خاندانی روایات پر مبنی ہوں گی ۔ اس لیے اظفری کا تخمینۂ عمر قابل تسلیم ہے اور جہاں‌دار کی پیدائش ١١٦٦ھ کے لگ بھگ قرار دینی چاہیے ۔ شاہ عالم نے ایک دوہے میں جہاں‌دار کی سال‌گرہ کا ذکر کیا ہے جو یہ ہے :-

آج بھئی اے بھلی برس گانٹھ جہاندار شاہ پیارے کی
ساتھ سکھی مل بن بن آؤ، دیکھو مبارک باداللہ نستارے کی(١)

تعلیم

جہاں‌دار کی ابتدائی تعلیم محصور ''سلاطین'' (٢) کے طور پر ہوئی تھی جس میں عربی فارسی اور اردو کی ابتدائی تعلیم شامل ہوگی ۔ اس کے علمی اوصاف و کمالات فن کے بارے میں تذکرہ‌نگاروں کے بیانات یہ ہیں :

جوانے بود مجمع قابلیت و اہلیت ، منبع سخاوت و شجاعت ، مخزن مروت ، معدن فتوت ، جامع جمیع اوصاف سلطانی ، قدردان کمالات انسانی ، خصوصاً دریاے حلم و شجاعت ، کوہے بود مستحکم ، چنان‌چہ بعضے اعزاء کہ از مصاحبان آن والا جاہ بودند ، نقل می کردند کہ از قلعۂ شاہ جہان آباد بہ سبب خفگی از پدر بزرگوار کمند انداختہ بیرون آمدہ ، و بہ کوچ متواتر در لکھنئو رسید ، روزے با جمعیت بسیار براے شکار رفتہ بود کہ

(١) ''نادرات شاہی'' صفحہ ٩٢ ۔
(٢) اصطلاح میں سلاطین اُن شہزادے کوکہتے تھے جو قلعۂ معلیٰ میں نظر بند ہوتا تھا (اس کی جمع ''سلاطینوں'' ہے) ۔

ناگاه در صحرا فیل صحرائی بر آن شهزادۀ جوان بخت حمله کرده خواست که درخرطوم گرفته از جا برد که ناگاه آن رستم دستان حملۀ دلاورانه نموده شمشیرے بر مستک فیل زد ، و از زخم تفنگ آن را هلاک ساخت که باعث تعجب وزیر وغیره [و دیگر ؟] نظارگیان شد ـ بسیار عالی حوصله و اولوالعزم بود...جدت ذهن و جودت طبع و فهم رسا و فکر بجا داشت و اشعار فارسی و هندی هر دو را موزون ساخت (۱)

مرشد زادۀ آفاق جهان دار شاه که جهان دار تخلص می فرمایند ، در جمیع فنون یگانۀروزگار و وحید زمانه است ـ بمقتضاے موزونی طبع فکر شعر هندی و فارسی چنان‌چه باید می کند (۲)

جهان دار تخلص شاه زادۀ ولی عهد خورشید رکاب صاحب‌عالم خطاب که از بس علو همت و سمو منزلت مرتبۀ عالی جای خود را باوج افلاک رسانیده و دست ُدربارش هنگامۀ ابر نیسان را سرد ساخته و وصف استغناے مزاج که خاصه بادشاهان است خود را بهٔکسب علم و هنر مصروف داشته و کمالات بسیار در ذات با برکاتش جمع آمده ، مع هذا بمقتضاے موزونیٔ طبع گاه گاهے شعر

---

(۱) ''طبقات‌الشعرا'' ترجمه ، ۱۵۶ -

(۲) ''عقد ثریا'' (مصحفی) صفحه ۲۰ -

هندی و فارسی نیز می فرماید (۱)
جہاں دار تخلص ، نام گرامی جہان دار شاہ ، زینت دولت مسند جہان بانی خلف شاہ عالم بادشاہ جنت آرام گاہ ابن عالمگیر ثانی (۲)
جہاں‌دار تخلص ، بادشاہ زادۂ ولی عہد مرزا جوان بخت مرحوم ، فخر دودمان آبہت و حشمت ، کارکشاے امور سلطنت ، کیوان مکان ، مشتری منزلت ، مرشد زادۂ بلند ہمت ، تاج بہ تارک شوکت ، صاحب عالم و عالمیان ، سخن‌ور نکتہ پرور کہ شرح حشمش برون از تحریر منشیان عطارد رقم است ، باوجود وفور شان جہان داری ، بہ کمال علم و ہنر آراستہ بود و اکثر اوقات شعر ریختہ موزون می فرمود - تعریف اشعار گہر نثارش خارج از بیان - صد افسوس کہ آن درۃالتاج تیموریہ در عین شباب این جہان فانی را وداع نمودہ ، ساکن اعلی علیین گردید (۳)
جہاں دار تخلص ، میرزا جوان بخت جہاں دار شاہ نام ، خورشید آسماں بلند اختری اور سر فرازی کا ، ولی عہد شاہ عالم بادشاہ غازی کا ، رونق دینے والا بارگاہ جہاں داری و جہاں بانی کو ، زینت بخشنے والا مسند ملک گیری اور کشور ستانی کو ، ہر خط جبین

---

(۱) ''تذکرۂ ہندی'' (مصحفی) صفحہ ٦١ -
(۲) ''دیوان جہاں'' (بینی نرائن جہاں) صفحہ ٦١ -
(۳) ''عمدۂ منتخبہ'' (سرور) صفحہ ۱۷۷ ، ۱۷۸ -

جہاں افروز کا اس کے واسطے روشن کرنے عالم کے ، مانند خطوط شعاعی آفتاب کے ، دور کرنے والا تاریکئی فلاکت کا تھا ۔ اور دست دریا نوال اس کا افراط جود و کرم سے مانند ید بیضا کے ، روشن کرنے والا خوش ناموسئی امارت و ایالت کا ، بخشش نے اس کی دشمنی آسان کے دل سے فلک زدوں کی نکالی ، اور ہمت نے اس کی گرہ بدطالعی کی پیشانی سے بدبختوں کی کھول ڈالی(۱)

جہان دار تخلص مرزا جہان دار شاہ عرف مرزا جواں بخت بہادر فی عہد شاہ عالم بادشاہ(۲) ۔

مرشد زادۂ عالی تبار ، مرزا جوان بخت المتخلص بلقب جہان دار ، ولی عہد شاہ عالم بادشاہ غازی ، جوانے خجستہ منظر ، فلک افسر ، عیاش مزاج بود ۔ در شہر محمد آباد عرف بنارس بہ‌کمال عیش و عشرت اوقات ہمایون صرف می نمود ۔ گاہ گاہ مطلعے و غزلے بہ‌حسب اتفاق از طبع وقادش جلوہ افروز می گردید ۔ ناگاہ در عین آغاز جوانی سریر جنت را زیب و زینت بخشید (۳)

جہان دار ۔ مرزا (شاہزادہ) جواں بخت جہان دار شاہ ،

---

(۱) ''گلشن ہند'' (لطف) صفحہ ۸۸ ، ۸۹ ۔

(۲) ''سخن شعرا'' (نساخ) صفحہ ۱۱۸ ۔

(۳) ''تذکرۂ عشقی'' (عشقی عظیم آبادی) در ''دو تذکرے'' مرتبہ کلیم‌الدین احمد صفحہ ۱۷۹ ۔

ولد شہنشاہ شاہ عالم ۱

جہان دار ۔ تخلص سہپن پور خلاف شاہزادہ ولی عہد مرزا جہان دار شاہ مرحوم المعروف مرزا جوان بخت است ۔ از آنجا کہ تعریف اخلاق حمیدۂ آن بر گزیدۂ انفس و آفاق و توصیف اوصاف پسندیدۂ آن منظور نظر خلاق علی‌الاطلاق بحیطۂ تقریر و احاطۂ تحریر نمی گنجد ، عنان کمیت قلم حقائق رقم را ازان جولانگاہ منعطف ساختہ بمیدان تحریر نبذے از اشعار آب دار کہ از طبع وقاد آن خلاصہ دودمان گورگانی و زبدۂ خاندان صاحب قرانی سرزدہ جولان می دھم۔ از شیرین گفتاری‌ھاے جناب ایشان این نہ شعر کہ بہ من رسیدہ بسلک ترقیم کشیدہ (۲)

مرزا جہان دار شاہ عرف مرزا جواں بخت بہادر ولی عہد حضرت شاہ عالم بادشاہ مرشد زادۂ فہم و فراست اور عقل و دانائی میں یکتاۓ روز گار تھے (۳) ۔

جہاندار، میرزا جوان بخت قرۃالعین عالی‌گوھر شاہ عالم بادشاہ دھلی مستجمع محامد و مناقب بسیار بود (۴) ۔

(۱) ''یادگار شعرا'' (اردو ترجمہ اشپرنگر اودھ کتا لاگ ؛ طفیل احمد) صفحہ ۶۶ ۔

(۲) ''مجموعۂ نغز'' صفحہ ۱۲۶ ۔

(۳) ''گلشن بے خار'' (شیفتہ ، اردو ترجمہ از احسان الحق فاروق) صفحہ ۱۶۲ ۔

(۴) ''روز روشن'' (نواب صدیق حسن) صفحہ ۱۵۸ ۔

فرینکلن نے جہاں دار شاہ کے کردار کا جائزہ ان الفاظ میں لیا ہے :

Mirza Jawaun Bukht Jehaundar Shah, though from capacity not fitted for the busy scenes of active life, nor possessing any talents for government, was nevertheless irreproachable in his private character, and deemed by all an accomplished gentleman. To his friends he was constant and to his dependants humane and benevolent. His domestic qualities and filial piety have been already exhibited to the world by testimony the most respectable : and in his disposion he possessed, in an eminent degree, that characteristic amiability, which successive historians have unanimously attributed to the princes of the house of Timoor. (1)

(جہاں‌دار) کو موسیقی سے دل چسپی تھی ، اس کے علاوہ ریاضی کا ماہر تھا(۲)

شاہزادہ جہاں دار شاہ بہت بذلہ سنج ، ظریف اور شوخ طبع تھا ۔ اس کے اردو اشعار میں بڑی شوخی تھی ، موسیقی سے بھی ذوق رکھتا تھا ۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں جہاں دار تخلص کرتا تھا''(۳)

---

(1) The History of the reign of Shah Aulum (Franklin) p. 162.

(۲) ''اظفری گورگانی اور ان کا ریختہ کلام'' (سید علی عباس) صفحہ ۳۵ ۔

(۳) ''بزم تیموریہ'' (صباح‌الدین عبدالرحمان) صفحہ ۲۲۹ ۔

ان بیانات سے جہان دار کی شخصیت پر کچھ روشنی پڑتی ہے لیکن اس کی تعلیم و تربیت کا حال نہیں کھلتا ۔ آخری دونوں اقتباس ''واقعات اظفری'' سے ماخوذ ہیں ۔ واقعات میں جہاں‌دار کے بارے میں لکھا ہے :

''این بادشاهزاده بسیار حریف و ظریف و شوخ طبع و رنگین مزاج بود و ریخته شوخ گفتے و در فن موسیقی نیز ذائقه داشت و در ریخته و غزل فارسی جهان دار تخلص می نمودند (۱)''

جہاں دار کی تعلیم میں اردو فارسی شاعری ، موسیقی اور ریاضی کا خصوصی ذکر ہوا ہے ۔ موسیقی سے قطع نظر فارسی اردو کی تعلیم مولوی نظام‌الدین دہلوی سے حاصل کی(۲) ۔ مولوی نظام‌الدین اس زمانے کے علما میں شمار ہوتے تھے لیکن اپنے زمانے کی کوئی جید ہستی معلوم نہیں ہوتے ۔ کیوں‌کہ علما کے تذکرے ان کے ذکر سے خالی ہیں ۔ تاہم یہ کیا کم اہم بات ہے کہ وہ خانوادۂ شیخ عبدالحق محدث کے فرد تھے ۔ ''حیات عبدالحق محدث دہلوی'' میں پروفیسر خلیق احمد نظامی نے پورا شجرۂ نسب دیا ہے (۳) شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے خاندان کا شجرۂ نسب معاصر موصوف کی کتاب سے لے کر اگلے صفحے پر درج کیا جاتا ہے تاکہ مولوی نظام الدین دہلوی کے حسب‌نسب کے بارے میں‌معلوم ہوسکے ۔

---

(۱) واقعات اظفری(اظفری)؛ قلمی ، پنجاب‌پبلک لائبریری ، ورق ۵۱ الف ۔

(۲) ''نادرات شاہی'' ، دیباچہ صفحہ ۵۰ ۔

(۳) ''حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی'' (خلیق احمد نظامی) صفحہ۲۵۵۔



شیخ عبدالحق محدث
شیخ نورالحق
شیخ نوراللہ
سیف اللہ
صبغۃ اللہ
کمال الدین
غلام حسن
خیرات علی
برکت علی
علیم اللہ
ابوالحیات
خیراللہ
میاں احسان
محمد امان
محب اللہ
حافظ فخرالدین
شیخ الاسلام
مولوی سلام اللہ
نورالاسلام
محمودالحق
محمد سالم
عبدالسلام
ولی اللہ
نورالحق ثانی
محب اللہ
نظام الدین
اکرام الدین
احسان الحق
جاراللہ
سعدالدین
سعادت اللہ
نورالحق عرف حافظ مہدی
احمدالحق
شیخ علی محمد
ابوالمفاخر
محمد مراد
محمد قاسم
غلام محمد
محمد جواد
سیف الحق
ظہورالحق
عظیم الحق
ابوالمواہب
فیض الحق
معین الحق
متین الحق
قیام الحق
شیخ محمد ہاشم
محمد عاصم
محمد محتشم
محمد معتصم

نظام الدین بن محب اللہ بن نور الحق ثانی بن محب اللہ بن شیخ نور اللہ بن شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کسی تالیف یا تصنیف کا ہمیں علم نہیں لیکن ان کے براہ راست سلسلے میں کئی بزرگ صاحب تصنیف ہوئے ہیں ۔ شاہ عبدالحق محدث کے فرزند شیخ نورالحق مشرقی کی بارہ کتابیں ہیں (۱)۔ ان کے فرزند شیخ محب اللہ (اول) ''منبع العلم'' (ترجمۂ ''صحیح مسلم'') کے مصنف ہیں ۔ ان کے فرزند نورالحق ثانی ''شرح ماثبت بالسنتہ'' کے مصنف ہیں ۔ ان کی یہ کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی عربی تصنیف ''ماثبت بالسنۃ'' کی فارسی شرح ہے (۲) نظام الدین انہی نورالحق ثانی کے پوتے تھے ۔ یہ اول جہاں‌دار کے اتالیق ، استاد اور بعدہ کارخانوں کے منتظم رہے ۔ جب جہاں‌دار دہلی سے اودھ اور پھر بنارس گئے تو یہ بھی ہمراہ تھے۔ وہاں یہ میر منشی کی خدمت اور مستعد خاں کے خطاب سے بھی نوازے گئے۔ جن دنوں شہزادہ دہلی آیا یہ پلول کے حاکم ہوئے تھے ۔ وہاں سے دلی میں رہے ۔ پھر جہاندار کے انتقال پر بنارس جا کر تنلق سلطان بیگم کی سرکار میں نوکر ہوئے اور وہیں ۶۔ جادی الاول ۱۲۳۲ھ/۲۴- مارچ ۱۸۱۷ع کو انتقال کیا (۳) جہاں‌دار نے غالباً فارسی اردو کی تعلیم ان سے پائی تھی ۔

ابتدائی حالات

عزیزالدین عالم‌گیر ثانی کی تخت نشینی ۱۰- شعبان ۱۱۶۷ھ (۲- جون ۱۷۵۴ع) کو عمادالملک کے ہاتھوں ہوئی اور وہ قید اور

---

(۱) ایضاً صفحہ ۲۶۵ ۔
(۲) ایضاً صفحہ ۲۶۱ ۔
(۳) '' نادرات شاہی'' ، دیباچہ صفحہ ۵۰ ، ۵۱، فٹ نوٹ بہ حوالہ ''نشتر عشق'' ۔

نظر بندی کی صعوبت سے آزاد ہوکر تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوئے شہزادہ عالی گوہر (شاہ عالم) ولی عہد قرار پایا اور اس طرح جہاں دار بھی محل کی کھلی فضا میں پرورش پانے لگا ۔ لیکن حقیقت میں سیاہ و سفید کا مالک عمادالملک تھا ۔ ان کی اذیت سے تنگ آ کر ولی عہد عالی گوہر نے رہائی کی ٹھانی اور رمضان ۱۱۷۰ھ میں عماد سے جان بچا کر اس کے مدّ مقابل نجیب‌الدولہ کے پاس آیا ۔ اس کے مشورے سے بنگال کی فتح کی تدبیر سوچی اور اسی مقصد سے لکھنئو کا رخ کیا، تا کہ شجاع‌الدولہ کی امداد و اعانت سے منصوبہ تکمیل کو پہنچے ۔ اس کی آمد سے مشرق علاقوں میں سیاسی سرگرمی اپنے شباب پر آ گئی ۔ اس زمانے میں جب کہ عالی گوہر کھٹولی کے مقام پر فروکش تھا ، اسے اپنے والد کے قتل کی اطلاع ملی ۔ عالم گیر ثانی ۸- ربیع‌الآخر ۱۱۷۳ھ/۲۹- نومبر ۱۷۵۹ع کو قتل ہوا ۔ اس کی اطلاع یکم جمادی‌الاول ۱۱۷۳ھ کو وصول ہوئی اور ۴- جمادی‌الاول ۱۱۷۳ھ کو عالی گوہر شاہ عالم کے لقب سے تخت نشیں ہوگیا ۔

سیاست میں حصہ

اس وقت دلی کا یہ عالم تھا کہ احمد شاہ ابدالی کی آمد آمد تھی جسے نجیب‌الدولہ نے آمادۂ سفر کیا تھا ۔ عمادالملک نے عالم گیر ثانی کے قتل کے بعد محی‌الملت کی بادشاہت کا اعلان کر دیا اور وہ شاہ جہان ثانی کے لقب سے پکارا گیا ۔ ان حالات میں ابدالی ہندوستان میں وارد ہوا ۔ پانی پت کی تیسری لڑائی میں احمد شاہ ابدالی کی جیت ہوگئی ۔ ۱۶- جنوری ۱۷۶۱ع کو یہ معرکہ سر ہوا اور ابدالی نے دلی کا رخ کیا ۔ ”نربلہ کے مقام پر سابق ملکہ زینت محل اور اس کے پوتے مرزا جواں بخت نے فاتح کا استقبال

کیا - ۲۹- جنوری ١٧٦١ع کو ابدالی نے شاہ عالم کی بادشاہت کی توثیق کرکے اس کی غیر حاضری میں جہاں دارکو نائب بنا دیا۔ انتظام پورا کر کے ابدالی نے آخر ۲۵- مارچ ١٧٦١ع کو دلی سے کوچ کیا (۱)"

ابدالی نے وزارت کا منصب بدستور عمادالملک کےلیےمخصوص کیا اور نجیب‌الدولہ کو میر بخشی بنایا ۔ عمادالملک اس وقت متھرا میں پڑا تھا - اس نے آنے میں دیر کر دی - اس دوران میں نجیب‌الدولہ نے جہاں دار اور زینت محل کا زیادہ قرب حاصل کر لیا اور اپنی پوزیشن زیادہ مضبوط کر لی ۔ اگلے برس جب ابدالی دوبارہ ہندوستان میں وارد ہوا تو عمادالملک کی بجائے شجاع‌الدولہ وزیر قرار دیا گیا(۲) اور اس طرح عمادالملک کا اب دلی کی حکومت میں براہ راست کوئی دخل نہ رہا اور نجیب‌الدولہ کا دور دورہ ہوا ۔

اس زمانے میں مرہٹے اتنے کم زور ہوگئے تھے کہ چند سال دلی میں امن و امان رہا اور دارالحکومت کی حالت بہتر ہوگئی ۔ بعض مورخ دلی کے حسن انتظام کا ذمہ دار نجیب‌الدولہ کو قرار دیتے ہیں ، بعض کے نزدیک یہ سب کچھ جہاں دار کی فراست اور حسن تدبیر کے سبب ممکن ہوا ۔ ابتدا میں امور ملکی یا تو نجیب‌الدولہ کے توسط سے یا پھر بابا مرزا کے مشورے سے انجام پاتے ہوں گے لیکن آہستہ آہستہ جہاں دار نظم و نسق کا تجربہ حاصل کرگیا اور اس کا یہ دس برس کا عہد حکومت اسے

(1) Ahmad Shah Durrani (Ganda Singh) pp. 260-261, 264.

(2) Najibud Daulah, his Life and Times (Sh. Abdur Rashid) pp. LXXXII, LXXXIII.

اهل دربار میں مقبول کرگیا :

> "It appears that the young prince suddenly called upon to fill such an important office and in such exceptional times gave a good account of himself, maintaining harmonious relations with the minister and making himself popular with the nobles of the court. For a period of ten years he acted in this capacity and won the confidence and esteem of all" (1).

پورب میں سیاسی حالات زیادہ تیزی سے بدل رہے تھے - ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۷۸ھ/۲۳ اکتوبر ۱۷۶۴ع کو بکسر کے مقام پر انگریزوں نے شاہ عالم اور اس کے ساتھیوں کے لشکر کو شکست دے دی تھی - نتیجے کے طور پر بادشاہ نے ۱۲- اگست ۱۷۶۵ع کو بنگال، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی کمپنی کو دے دی - ۱۹- اگست ۱۷۶۵ع کے معاہدے سے شاہ عالم ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیدی ہو کر رہ گیا - الہ آباد اور کوڑا اس کی جاگیر قرار پائے اور وہ الہ آباد میں فروکش ہو گیا ادھر دلی کے باہر کے علاقے میں امن و امان کی بحالی اور جاٹوں اور سکھوں کی روک تھام نجیب الدولہ کرتا رہا - لیکن سات برس سے وہ مسلسل تپ میں مبتلا تھا، صحت نے جواب دیا(۲) مگر ۱۱۸۴ھ میں اس نے دلی کو جہاں دار شاہ، زینت محل اور ضابطہ خاں (اپنے بیٹے) کے سپرد کیا - (۱۵- اکتوبر ۱۷۶۹ع کو شاہدرہ میں ٹھہرا) خود محل میں جا کر الوداع کہی اور اپنے وطن نجیب آباد کی طرف

---

(1) Indian Historical Records Commission Proceedings Vol. XIV Dec. 1937 p. 138.
(2) Proceeding of All India History Congress, Allahabad Session 1838 pp 552—502 also Shujaud-Daulah (Sirivastva Vol II p. 231.

روانہ ہوا(۱)۔ اب مرہٹے دس برس کے بعد پھر آ دھمکے ، نجیب کو دست تعاون بڑھانا پڑا ۔ ھلکر کی معرفت تحریری اقرار نامہ ہوا اور مرہٹوں کا رخ دلی سے پھر گیا ۔ یہ بلا ٹلی ہی تھی کہ ھاپڑ کے مقام پر نجیب‌الدولہ کا انتقال ہوگیا ۔ بقول سرکار نجیب ۳۱۔ اکتوبر ۱۷۷۰ء کو فوت ہوا(۲) معاصر مورخ نورالدین نے ''سرگزشت نجیب‌الدولہ'' میں آپ کی وفات کا سنہ ۱۱۸۶ھ دیا ہے جو درست نہیں(۳)۔ حقیقت یہ ہے کہ نجیب ۱۔ رجب ۱۱۸۴ھ/ ۳۰۔ اکتوبر ۱۷۷۰ء کو فوت ہوا تھا ۔

شاہ عالم کی واپسی

شاہ عالم نے الہ‌آباد میں سات برس عیش و عشرت اور شعر و شاعری میں بسر کرکے شمالی ہند کی طرف کوچ کا ارادہ کر لیا ۔ الہ‌آباد میں انگریز قلعہ دار (سکاٹ) کی مسلسل بد سلوکیوں نے اسے پہلے ہی دل برداشتہ کر دیا تھا ، ادھر دلی کی حالت فراق کی زبانی سنیے :

---

(1) Najibud-Daulah—his Life and Times (Sh. Abur Rashid) p. 125. The Fall of the Mughal Empire (Sarkar) Vol II pp. 295—298.

(2) The Fall of the Mughal Empire (Sarkar) Vol. II pp. 301—304.

(3) Najibud-Daula—his life and times (Sh. Abdur Rashid) p. 136. See also Appendex p. 173 and Preface p. XVI جہاں تصحیح کی گئی ہے یاد رہے کہ Twilight of the Mughals (1951) پرسی ول سپئیر (صفحہ ۱۷) نے نجیب کا انتقال نجیب آباد میں بیان کیا ہے جو صحیح نہیں۔

در سنهٔ هزار و یک صد و هشتاد و چهار هجری رامچندرگنیش و بیساجی وتکوجی‌هلکر و مادهو راؤ سیندهیه، سرداران جنوب با فوج سنگین از دکن آمده جنگ نول سنگه جاٹ زده بدارالخلافه رسیده شرف آستان بوس مرشد زادهٔ ولی عهد ، صاحب عالم مرزا جوان بخت جهان‌دار شاه بهادر حاصل کردند ـ چون در ان ایام امیرالامرا نجیب‌الدوله وفات یافته بود ، در تمامی هندوستان کسی سد آنها نمی توانست شد ، عبور دریای گنگ کرده قریب به فرخ آباد رسیدند و بادشاه را طلبیدند ـ حضرت بدولت باوجودیکه وزیر الممالک شجاع‌الدوله و سرداران فرنگ راضی نبودند ، از الدآباد کوچ فرموده گرم و گیرا خود را به فرخ آباد رسانیدند وبا سران دکن ملحق گشتند ، اقبال سلطانی کارکرد که هم دران ایام احمد خان بنگش ازین جهان فانی بگذشت ـ از پسرش که مخاطب به مظفر جنگ است چزی بطریق ضبطی گرفته ، از فرخ آباد بعد تاخت و تاراج سکرتال و پتهر گڈه که مقر و مامن ضابطه خان پسر نجیب‌الدوله بود معه سرداران جنوبی کوچا کوچ بنواح دارالخلافه رسید ـ بیست و نهم رمضان‌المبارک سنهٔ الف و مایةوثمانین و خمس سایهٔبلند پایه بر سکان دارالخلافه افگندند و بشاهزادهٔولی عهد و دیگر شاهزاده‌ها و سائر بیگات که به تعب هجران شهنشاه زمان گرفتار بودند جمال جهان‌آرا نموده لذت حیات بخشیدند و بدارالخلافه و جمیع مردم از سر نو به برکت تشریف شریف شرف

حاصل شد ۔ چنانچہ نرسنگداس خوش دل گفتہ :

بر سر اهل شاہ جہان آباد   ظل گسترد ظل سبحانی
روز تشریف بست و نہ رمضان   سال تاریخ عید رمضانی(۱)

شاہ عالم نے مرہٹوں کی فرمائش پر الہ آباد سے ۱۳ اپریل ۱۷۷۱ع کو کوچ کیا تھا (۲) اور جیسا کہ مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے یہ قافلہ ۲۹ ۔ رمضان ۱۱۸۵ھ/۲۵ دسمبر ۱۷۷۱ع کو دھلی میں داخل ھوا ۔ مرہٹے اپنا اقتدار قائم رکھنے کے تمنائی تھے اس لیے انھوں نے راہ ھموار کرنی شروع کی ۔ ان کی راہ میں سب سے بڑا کانٹا ضابطہ خاں پسر نجیب الدولہ تھا ۔ اسے شاہ عالم نے شکست دے کر مشکل آسان کردی لیکن اس زمانے میں خود مرہٹوں کو بھی اپنے علاقے کے حالات کے سبب واپس دکن کی طرف لوٹنا پڑا ۔ اب شاہ عالم کو شمالی ہند میں حکومت کرنے کا اختیار حاصل ھوگیا ۔

جہاں دار شاہ باپ کی آمد پر سیاست سے الگ ھوگیا ۔ اسے اپنے ذاتی اخراجات کے لیے جاگیر مل گئی اور اطمینان کی زندگی گزارنے لگا ۔ اس زمانے میں شاہ عالم نے جہاں دار کی شادی مرزا بابا کی لڑکی

---

(۱) "وقائع عالم شاہی" صفحہ ۲، ۷۔ نیز دیکھیے The Fall of the Mughal Empire (Sarkar) جلد ۳، صفحہ ۲۲ ۔

(۲) "میر حسن اور ان کا زمانہ" (وحید قریشی) صفحہ ۸۸ بحوالہ The Fall of the Mughal Empire (Sarkar) Vol. II, pp. 407—408.

جینا بیگم سے کر دی (۱)۔ اب شاہ عالم کے سیاہ و سفید کا مالک اس کا اللہ آباد کے زمانے کا معتمد نجف خاں ہوگیا۔ ذوالفقارالدولہ نواب نجف خاں بہادر غالب جنگ امیرالامرا اور نائب وزیر امور ملکی انجام دینے لگا اور شاہ عالم عیش و نشاط اور شعر و سخن میں مصروف ہوگیا۔ ۱۱۹۶ھ تک نجف خاں دلی کی قسمت کا تابندہ ستارہ تھا۔ اس زمانے میں امن و امان بحال اور رعایا خوش‌حال ہوگئی لیکن ۲۲ ربیع‌الآخر ۱۱۹۶ھ/۶ اپریل ۱۷۸۲ع کو نجف خاں نے انتقال کیا (۲) اور امرائے دربار کی سازشوں کے دروازے کھل گئے۔ نجف خاں کا پروردہ افراسیاب خاں بادشاہ کا معتمد بنا لیکن جلد ہی مرزا محمد شفیع نے رسوخ حاصل کر کے وزارت کا منصب پا لیا۔ مرزا شفیع کے ظلم و ستم سے رعایا اور درباری سبھی نالاں تھے۔ ایسے میں جہاں‌دار نے باپ کی مدد کی اور دربار کے برگشتہ خاطر امرا سے مل کر مرزا محمد شفیع کو بے دخل کرنے کی ٹھانی۔ مرزا محمد شفیع کو پتا چل گیا اور اس نے راہ فرار اختیار کی۔ اب جہاں‌دار شاہ نے عروج پایا اور امور ملکی کی درستی کی طرف متوجہ ہوا لیکن ادھر مرزا محمد شفیع اور افراسیاب خاں نے باہمی صلح کرکے جہاں‌دار کے خلاف محاذ بنا لیا۔ شاہ عالم نے

---

(۱) ''نادرات شاہی''، دیباچہ صفحہ ۵۲۔
(۲) ''نادرات شاہی''(شاہ عالم) دیباچہ (عرشی) صفحہ ۳۰۔ ''وقائع عالم شاہی فراق'' صفحہ ۱۰:

در مہ ربیع آخر اثنای عشرہ ثالث
تیر دعاے اعدا ناگاہ بر ہدف رفت
از جسم پاک روحش چون رفت فکر کر دم
سالش بگفت ہاتف''میر نجف نجف رفت''
۱۱۹۶ھ

طبعی کمزوری دکھائی - شہزادے کے ساتھیوں کو زیر کیا گیا اور ایک بار پھر مرزا محمد شفیع اپنے عہدے پر بحال ہو گیا - افراسیاب اور مرزا محمد شفیع نے اس اشتراک عمل اور شاہ عالم کی پست ھمتی سے امرائے دھلی کی زندگیاں تلخ کر دیں - جہاں‌دار اور اس کے طرف داروں کو پریشان و ذلیل کیا گیا اور شہزادے کو دوبارہ بے تعلقی کی پالیسی اختیار کرنی پڑی - اس دوران میں افراسیاب خاں نے مرزا محمد شفیع کو قتل کرا دیا - فراق کے قول کے مطابق یہ کام محمد بیگ خاں نے انجام دیا - محمد شفیع خاں (ناصر الدولہ) کےقتل کی تاریخ سہ شنبہ ۲۵ - شوال ۱۱۹۷ھ/۲۳ ستمبر ۱۷۸۳ع ہے(۱) - اب افراسیاب خاں(اشرف الدولہ)امیرالامرا مقرر ہوا اور شاہ عالم کے مزاج پر حاوی ہوکر کاروبار سلطنت پر چھا گیا -

دلی سے روانگی

محمد شفیع کے قتل کے بعد شاہی خاندان کے لیے حالات ناقابل برداشت ہو رہے تھے اور افراسیاب خاں اس حد تک خود سر ہوگیا تھا کہ اس کے ھاتھوں خاندان کو ذلت و رسوائی کاسامنا کرنا پڑا - اس کی ایک جھلک ۲۳ - مارچ ۱۷۸۴ع کے بعد کے ایک واقعے سے بہ خوبی ھوسکتی ہے - سرکار لکھتے ھیں :

> The Coronation anniversary over (23 rd March 1784), Afrasiyab urged the Emperor

(۱) ''وقائع عالم شاھی'' صفحہ ۱۸ لیکن بعض مورخ محمدبیگ خاں کی بجائے اس کے بھتیجے اسماعیل بیگ خاں کے قاتل ہونے کے داعی ھیں - حواشی ''وقائع عالم شاھی'' (عرشی) صفحہ ۱۹۹ - عیسوی سنہ Fall of the Mughal Empire (Sarkar) جلد سوم صفحہ ۱۸۴—۱۸۵ سے ماخوذ ہے -

to go with him to Agra and help in collecting the tribute. But the necessary transport could not be got ready for want of money and the depletion of the Imperial stores since Najaf's death. Afrasiyab ascribed this delay to Abdul Ahad's obstruction, and he created a scene at Court, abusing the Emperor and the princes and stinting them in their allowances. Weary of his gilded chains, the heir to the throne, Prince Jahandar Shah (Jawan Bakht) slipped out of the Delhi palace in the midst of a violent dust storm on a dark night (14 th April) and reached Lucknow (6th may), where he was welcomed by the Wazir and Warren Hastings. (1)

شہزادے نے دلی سے بڑے ڈرامائی انداز میں فرار اختیار کیا ۔ تیموری خاندان کے شہزادوں میں وهی ایک‌ایسا ذهین دماغ تھا جو شیطانی کھیل کھیلنے والے امرا کو روکنے اور ان کی بنائی هوئی چالوں کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا ۔ شاہ عالم ظالم اور جفا پیشه افراسیاب کے هاتھوں نالاں تھا ۔ اس سے رهائی پانے کی ایک هی تدبیر هوسکتی تھی که انگریزوں سے استمداد کی جائے ۔ انگریزی مدد کا منصوبه مرزا نجف خاں کے انتقال کے بعد سے فضا میں تھا ۔ جب دلی کے حالات نجف خاں کی وفات پر بگڑے تو شاہ عالم ثانی نے انگریزوں سے مدد کی درخواست کی تھی۔ چنانچه ۲۰ ۔ اگست ۱۷۸۴ع کو وارن هیسٹنگز (گورنر جنرل) نے میجر

(1) Fall of the Mughal Empire (Sarkar) Vol. 3 pp. 190—191.

جیمزبراؤن کو ایجنٹ مقرر کرکے دلی کی طرف روانہ کردیا تھا ۔ براؤن کے دلی پہنچنے تک مرزا محمد شفیع نے اپنے مخالفین کو کچل کر اقتدار حاصل کر لیا تھا ۔ اس لیے مرزا محمد شفیع کی سعی یہ تھی کہ براؤن راستے ہی سے واپس چلا جائے لیکن براؤن جلد ہی آیا اور حیلے بہانے اپنے قدم جمانے لگا ۔ اسی زمانے میں افراسیاب نے محمد شفیع کو ختم کر دیا اور خود امیرالامرا ہوگیا ۔ چناںچہ براؤن نے موقع سے فائدہ اٹھا کر ۵ فروری ۱۷۸۴ع کو بادشاہ کے حضور میں باریابی حاصل کرلی ۔ اس مشن کا اصل مقصد براؤن کے نزدیک یہ تھا کہ کسی تدبیر سے مرھٹوں کے خلاف امرا میں ایک پارٹی بنانے میں کامیاب ہوجائے ۔ براؤن اس کام میں مشغول تھا ، جب جہاں دار دلی سے بھاگ نکلا (۱) ۔ اس طرح تدبیر کا راستہ کھلا تھا ۔ شہزادہ اپنے باپ کی خواھشات اور توقعات کا اندازہ کر رہا تھا ۔ جب یہ خبر ملی کہ وارن ھیسٹنگز لکھنئو میں آیا ہوا ھے تو شہزادے کو اپنی تدبیر کو عملی جامہ پہنانے کا موقع قریب نظر آیا ۔ وہ جان پر کھیل کر دلی سے نکل کھڑا ہوا (۲) ۔ دلی سے جہاں دار کا فرار بڑا دل چسپ تھا ۔ اس لذیذ حکایت کو شہزادے نے وارن ھیسٹنگز کی فرمائش پر خود تفصیل سے بیان کیا تھا ۔ روداد کا کوئی نسخہ اب موجود نہیں لیکن

(1) Historical Records Commission Proceedings of Meetings Vol XIV Dec 1937 ; (The mission of James Browne to the Delhi Court, 1783—1785 (Sir Jadu Nath Sarkar) pp. 12—19.

(2) Ibid. Prnice Jawan Bakht Jahandar Shah (Abdul Ali) p. 139.

جوئے تھن سکاٹ (Jonathan Scott) کا کیا ھوا انگریزی ترجمہ موجود ھے ، جو "Memoirs relative to the State of India" از Warren Hastings طبع لنڈن ۱۷۸۶ع صفحات ۱۶۳ و ۱۹۶ پر درج ھے (۱) ۔ سر جادو ناتھ سرکار نے اس ترجمے سے تفصیلات اخذ کرکے اپنی کتاب میں شامل کی ھیں ۔ فراق کی روداد یہ ھے :

"در ایام حکومت اشرف‌الدوله (افراسیاب‌خان) و مجدالدوله (عبدالاحد خان کشمیری) کاری که بنیان خلافت را حرکت داد بظهور آمد ۔ و این ها از اتفاقات آن است که شاهزادهٔ ولی عهد (جهاندار شاه) را باستصواب رای جهان آرا که با ناصرالدوله (محمد شفیع خان) موافق بود

(1) Persian Literature—A bio-bibliographical Survey (C.A. Storey) Vol. I Section II Fasciculus III ed. 1939. pp. 624, 625.

"قاموس‌المشاہیر" (نظامی بدایونی) میں ھے :

گارسن ڈی تاسی کے سفر نامے (کذا) سے پتا چلتا ھے کہ ولایت میں اس کی تصنیف سے ایک کتاب موسومہ بیاض عنایت مرشد زادہ موجود ھے جس کا انگریزی ترجمہ اسکاٹ نے کیا تھا اور جو مسٹر ھسٹنگز کے ریویو آف دی اسٹیٹ‌آف بنگال کے تتمے کے طور پر شایع ھوا تھا ۔ (جلد اول صفحہ ۱۰۳)

"طبقات شعرائے ھند" (کریم‌الدین) جوگارسن دتاسی کی تاریخ ادب کی تلخیص و اضافہ ھے اس میں صرف اس قدر ھے ایک جلد قلمی بنام بیاض عنایت مرشد زادہ کمپنی کے کتاب خانے کی جو اس نے گورنر جنرل ھیسٹنگز کو نذر کی تھی موجود ھے (طبقات صفحہ ۸۴ ، ۸۵) ۔

انڈیا آفس کی فہرست مخطوطات میں "دیوان جہان دار" کے اس نسخے کی تفصیل درج ھے ۔ نظامی بدایونی کی غلط فہمی ظاھر ھے ۔

و بعد کشته شدن او مختار مهام سلطنت ، مزاج اقدس را از جناب مرشد زاده منغض ساخته در التهاز بودند که شاهزاده را مسلسل کنند ـ شاهزاده بدریافت این ماجرا در قصد خروج از دولت خانهٔ بادشاهی شد ، و هشت ماه اخفای راز و مدارا با مخالفان کرد ـ چون مکرم‌الدوله علی اکبر خان بهادر برادر تاج محل بیگم والدهٔ ولی عهد خلافت باتفاق عبدالرحمان خواص که عامل جاگیرات مرشد زاده بود ، بعضی از سرداران گوجر را جهته همراهی شاهزاده فراهم آورد ـ شاهزاده تغلق سلطان بیگم را که حلیلهٔ جلیله و از یک سال محرم راز بود ، کشف اراده کرده ، از حجرهٔ خواب گاه بشب ۲۳ بیست و سوم جمادی الاول سنه ۲۶ بیست و ششم در حالی که طوفان باد و باران در طغیانی بود ، و از شدت ظلمت ابر هیچ معاینه نمی شد ، چهار گهڑی از شب مذکور رفته ، بجای زیر جامه جانگیه پوشیده و بر کمر بند لنگ ابریشمی که مولوی فخرالدین مرشد آنحضرت داده بود ، پیچیده و بر بالای کلاهی رومال شال تحت الحنک بسته و دوشالهٔ سیاه بر دوش گرفته ، قریب به پنج گهڑی شب بر بام خود برآمده ، بام بام تا بفیض نهر رسیده ، چون از رفقا کسی را نیا فت ، عود ببام خانهٔ خود فرمود و نزدیک یه بام خانه عبدالرحمان را یافته، قریب بفیض نهر ثابت خان را دیده ، از منفذ دیواری که گذار یک کس داشت ، بپائین آمده ، باستعانت نردبان ریسمان از قلعه بزیر آمده ، بهر نوع خود را به میدان نیله برج افگندند و از آن جا

بەمشورۂمکرم الدولہ رو بہ مشرق نہادند و از معبرقمرالدین نگر عبور گنگا کردہ روانۂ پیشتر شدند و در اثنای راہ جماعت سنگھ گوجر مادیانی و در رامپور فیض اللہ خان زمیندار رامپور دو ہزار روپیہ و دو زنجیر فیل و چند راس اسپ و چند منزل خیمہ با لوازمۂ بار برداری پیش کش کرد(۱) ۔

جہاں‌دار شاہ ہنڈن ندی کو عبور کر کے سرورہ ، اورنگ آباد قمرالدین نگر گھاٹ سے گزر کر پچھڑاؤں ، امروھہ اور رام‌پور آئے ۔ وھاں سے بریلی ، شاہ آباد ، میاں گنج ، موھان اور لکھنئو میں جا کر دم لیا (۲) ۔

شہزادے کے اس فرار سے افراسیاب بہت بے چین ھوا اور شاہ عالم کو مجبور کیا کہ جہاں‌دار کو واپس بلوایا جائے ۔ اس غرض کے لیے میجر براؤن کو لکھنئو روانہ کیا گیا کہ ھیسٹنگز سے مل کر اس سے شہزادے کی واپسی اور دیوانی کے سلسلے کی اس رقم کا مطالبہ کیا جائے جو دلی آنے کے بعد سے بند تھی ۔ براؤن لکھنئو جا کر اسی طرح لوٹ آیا اور شاہ عالم کے ساتھ ساتھ سایے کی طرح لگا رھا ۔ جہاں‌دار شاہ ۶ ۔ مئی ۱۷۸۴ع کو لکھنئو میں پہنچ گیا تھا اور وارن‌ھیسٹنگز اورآصف‌الدولہ نے اس کا خیر مقدم کیاتھا(۳)۔ جہاں‌دار شاہ نے گورنر جنرل سے امداد کی خواھش کی لیکن گورنر جنرل کی کونسل اس پر رضا مند نہ ھوئی کہ دلی کے

---

(۱) ''وقائع عالم شاھی'' صفحہ ۱۹ ، ۲۰ ، ۲۱ ۔

(۲) ''تاریخ اودھ'' (نجم‌الغنی) جلد سوم صفحہ ۲۵۹ تا ۲۶۳ ۔

(۳) اس خیر مقدم کی تفصیلات کے لیے دیکھیے ''ذکر میر'' یا اس کا اردو ترجمہ''میر کی آپ بیتی'' (نثار احمد فاروقی) صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۴ ۔

معاملات میں براہ راست دخل دیا جائے ۔ اس پر ہیسٹنگز اس بات پر آ لگا کہ کسی نہ کسی طرح شہزادے کو واپس دہلی بھیجا جائے ۔ جہاں‌دار شاہ چاہتا تھا کہ اس کے ہمراہ اتنی فوج کی جائے جو اس کی حفاظت کرسکے ۔ دوسرے اسے افراسیاب سے جاگیر دلائی جائے ۔ تیسرے سکھوں کی روک تھام بھی انگریز کریں ۔ ہیسٹنگز اس کے لیے آمادہ ہوگیا کہ دربار دہلی سے اس موضوع پر بات چیت کی جائے ۔ افراسیاب خاں ان شرائط پر آمادہ تھا کہ شہزادہ چار انگریزی کمپنیوں کے ہمراہ بے شک واپس آ جائے ۔ جاگیر کا وعدہ بھی کر لیا ؛ بشرطیکہ شہزادہ افراسیاب کا معین و مددگار ہوکر اس کی مرضی پر چلے ۔ یہ طے ہوا تو جہاں‌دار شاہ دلی آنے کے لیے فرخ آباد پہنچا ۔ واے قسمت کہ ہیسٹنگز کو کلکتے لوٹنا پڑا اور اسی زمانے میں افراسیاب خاں قتل ہوگیا ۔ افراسیاب کا اقتدار صرف تیرہ ماہ رہا تھا ۔ مرزا محمد شفیع خاں کے بھائی زین‌العابدین نے ۲۔نومبر ۱۷۸۴ع کو افراسیاب کو ٹھکانے لگا دیا (۱) ۔ حالات کے اس الٹ پھیر نے جہاں‌دار شاہ کی امیدوں پر پانی پھیر دیا ۔ شاہ عالم اس کی واپسی کا منتظر تھا اور جہاں‌دار شاہ انگریزی مدد کا طالب کہ واپس جا سکے ۔ براؤن کی سازشیں بارآور نہ ہوسکیں اور پوری کوشش کے باوجود شاہ عالم مادھو جی سندھیا کی طرف جھک گیا ۔ اس زمانے تک عہدنامۂ سلبئی کی مدد سے انگریز مرہٹوں کی کانفڈریسی توڑنے میں کامیاب ہوچکے تھے اور نتیجے کے طور پر سندھیا مرہٹوں کا لیڈر ہوگیا تھا ۔ شمالی ہند میں درحقیقت وہی کرتا دھرتا تھا ۔ مرہٹے پھر شاہ عالم پر حاوی ہوگئے ۔ سندھیا

(۱) ایک روایت یہ بھی ہے کہ افراسیاب کا قتل مادھو جی سندھیا کے ایما سے ہوا ۔

کے میر بخشی ہوجانے کےبعد رہی سہی امید بھی جاتی رہی ۔ سندھیا جہاں‌دارشاہ کو واپس لینے پر آمادہ تھا لیکن وہ انگریزی فوج کے بغیر خود کو سندھیا کے چنگل میں دینے کے لیے تیار نہ تھا ۔ انگریز بھی‌اس موقع پر بیک‌وقت تخت کے دونوں دعوے دار (بادشاہ اور ولی عہد) مرہٹوں کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتے تھے ۔ اس لیے چپکے ہوگئے اور جہاں‌دار لکھنئو ہی میں ڈیرے ڈال کر بیٹھ گیا ۔ اس سلسلے میں رتن‌سنگھ زخمی کا بیان بہت مبہم ہے ''انیس‌العاشقین'' میں فرماتے ہیں :

''جہاندار نام نامیش مرزا جوان‌بخت جہان دار شاہ خلف ارشد حضرت جنت آرام‌گاہ شاہ عالم بادشاہ غازی بودہ ، در عہد نواب مغفور مبرور آصف‌الدولہ چند بار بدارالامارۂ لکھنئو تشریف آوردہ ، آخرالامر بہ بنارس رفتہ عازم تسخیر ملک عدم شد(۱) ۔''

قیام لکھنئو

لکھنئو میں آصف‌الدولہ جہاں‌دار شاہ کے مصارف کا کفیل تھا ۔ جب اس کا قیام طویل ہوتا گیا تو وہ اسے اپنے پر بوجھ خیال کرنے لگا ۔ بعض معاملات ایسے ہوئے کہ دونوں میں اختلاف ہوگیا ۔ مولانا نجم‌الغنی ''تاریخ اودھ'' میں لکھتے ہیں :

''نواب وزیر (آصف‌الدولہ) شاہزادے کی بہت خدمت کرتے تھے اور ۲۵ ہزار روپے ماہوار(۲) مصارف کارخانجات وغیرہ کے لیے اور ۷ ہزار روپے خرچ باورچی خانہ

---

(۱) ورق ۱۲۳ الف ، قلمی ، پنجاب یونیورسٹی لائبریری ۔

(۲) دراصل جہاں‌دار نے آصف‌الدولہ سے ۳ لاکھ روپے سالانہ وظیفہ پایا تھا ۔ نجم‌الغنی کا تخمینہ صحیح نہیں ہے ۔

کےلیے مقرر کیے۔ جیسا کہ ''سلطان الحکایات'' میں ہے ۔ بعض قابو طلب لوگوں نے شہزادے کے مزاج کو عیاشی کی طرف مائل کر دیا اور فواحش و ارباب نشاط کی صحبت کی طرف راغب بنا دیا ۔ چند روز میں رنڈی بھڑوے اتنے جمع ہوگئے کہ آسی شاہزادے کو جو شمشیر زنی ، تفنگ افگنی ، اسپ تازی اور نیزہ بازی کا عادی تھا ، شاہد پرست اور عیش و عشرت میں محو بنا دیا ۔کئی فاحشہ عورتیں اپنے محل میں داخل کرایں ۔ نواب وزیر کو یہ باتیں ناگوار گزرتیں . . . (انھوں نے آخر کار) سلوک بندگی و پرستاری اور ارسال پیش کش و ہدایا میں تغافل شروع کر دیا ۔ رفتہ رفتہ طرفین کے دلوں میں کدورت پیدا ہوگئی ۔ اور ''تاریخ شاہیہ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۰۰ھ میں ایک لکھنوی طوائف کریم بخش(۱) (بقولےکرم بخش) نام سے جوش محبت میں آنکھیں لڑگئیں اور اس کو کاشانہ محل بنایا ۔ اس سے وزیر کو رنج ہوا . . . یہاں تک کہ وہ شہزادے سے بے رخصت ہوئے لکھنئو سے فیض آباد کو چلے گئے ۔ اب شہزادے کو لکھنئو کا ٹھہرنا ناگوار

(۱) ''دیوان افسوس'' میں جہاں دار شاہ کی شادی کا ایک قطعۂ تاریخ درج ہے ۔ دیکھیے :

Cat. of Hindi, Panjabi and Hidustani Mss. in B.M. (Blomhardt) p. 38.

جہاں‌دار اپنی اصل بیوی کو تو دلی‌چھوڑ آئے تھے جو مرزا بابا کی بیٹی جینا بیگم تھی ، بعد میں انھیں لا کر اپنے پاس بنارس میں رکھا تھا (''نادراتشاہی'' ، دیباچہ صفحہ ۵۲) ۔

ہوا اور ماہ ذی حجہ کے عشرۂ دوم ۱۲۰۰ ہجری میں
لکھنؤ سے بنارس کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں
جا کر قیام کیا(۱)

یہ اختلافات محض ظاہری ہیں ، حقیقت میں آصف الدولہ شہزادے سے چھٹکارا پانا چاہتا تھا جسے خواہ مخواہ انگریزوں نے اس پر لاد دیا تھا اور خاصا روپیہ برباد ہو رہا تھا ۔ اس لیے اس نے توہین آمیز روش اختیار کی جس سے دل برداشتہ ہوکر جہاں‌دار شاہ نے بے اطلاع نکلنے کی ٹھانی - ۱۷۸۶ء کو جب آصف الدولہ فیض آباد گیا ہوا تھا شہزادہ لکھنؤ سے بنارس کی طرف چلا گیا اور مادھو داس کے باغ میں ڈیرہ جایا ۔ آصف‌الدولہ اب جہاں‌دار شاہ کی مقررہ پنشن دینے پر آمادہ نہ تھا لیکن انگریزوں نے پھر مجبور کیا تو جہاں‌دار شاہ کو بنارس میں روپیہ ملنے لگا ۔

لکھنؤ کی محفلیں

جہاں‌دار کی شعر و شاعری کا زور شور لکھنؤ میں اپنے عروج پر رہا ۔ مشاعرے ہوتے ، شعراً کی سرپرستی کی جاتی اور محفلیں برپا ہوتی تھیں ۔ جہاں‌دار کے دربار سے میر شیر علی افسوس بھی متعلق ہوگئے تھے ۔ اس طرح کی مجالس کا ذکر مرزا علی لطف نے ''گلشن ہند'' میں کیا ہے ۔ لکھتا ہے :

''جس ایام میں کہ ناموافقت سےامراء دولت کی ، نشان
کیوان شان اس فلک جناب کے دارالخلافۂ دلی سے
بیچ حرکت کے آئے ، تو ۱۱۹۸ گیارہ سو اٹھانوے

(۱) ''تاریخ اودھ'' (نجم‌الغنی) جلد سوم ص ۲۶۴ ، ۲۶۵ -

ہجری تھی کہ خود بدولت و اقبال لکھنئو میں تشریف لائے ۔ نواب آصف الدولہ مرحوم نے جو مراتب و آداب خدمت گزاری کے تھے ، سب ادا کیے ؛ خواص میں بیٹھنے کے سوائے گھڑیوں ہاتھ باندھے کھڑے رہے ۔ با وصف اس ناز برداری کے کبھی پیادہ چار قدم کاھے کو چلے تھے ؛ پانچوں ہتیار بند ہوئے ، ایک الائچی اور گلوری کی بخشش پر دس دس مرتبہ مجرہ‌گاہ پر سے جا کر آداب بجا لاتے تھے ۔ غرض اس شہزادۂ عالی تبار کی طبیعت شعر کی طرف اس قدر آئی تھی کہ مہینے میں دو مرتبہ بنا مشاعرے کی اپنے دولت خانہ میں ٹھہرائی تھی ۔ شعرائے باوقار کو اپنے چوب دار بھیج کر مشاعرے کے دن بلواتے اور ہر ایک شخص سےنہایت الطاف اور عنایت کے ساتھ گرم جوشی فرماتے ۔ چناں چہ راقم حقیر کو جب یاد فرمایا ، تو اس ہیچمداں نے یہ عذر کہہ بھجوایا کہ ''کمترین نے مشاعرے کا جانا مدت سے موقوف کیا ، از بس کہ ان صحبتوں میں مناظرہ ھی کو یاران عالی حوصلہ نے رواج دیا ھے ، اگر ارشاد ھو تو سوائے مشاعرے کے ایک دن بندگی میں حاضر ھوں اور اس تخم ناکاشتنئی بے مغز کو موافق ارشاد کے زمین عرض مین لاؤں'' ۔ پزیرا نہ ھوا ؛ پھر چوب دار آیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ ''تیرا حاضر ھونا مشاعرے میں نہایت ضرور ھے ، مناظرے کا مطلق ھمارے ھاں نہیں دستور ھے ۔'' غرض ایما سے نواب آصف الدولہ مرحوم

کے حاضر ہوا اور شرف سعادت ملازمت کا حاصل کیا'' (۱)
اس کے علاوہ کئی اور شاعر بھی جہاں‌دارشاہ کے متوسل رہے ۔
''مجموعۂ نغز'' میں امین الدین خان امین کے حال میں لکھا ہے :

''امین الدین خاں پسر قاضی وحید الدین مرحوم . . .
در جرگۂ‌خواصان مہین پور خلافت مرزا جہاندار شاہ
طاب اللہ ثراہ عز امتیاز داشت ، شعرش خالی از کیفیت
نیست'' (۲)

اسی طرح تمنا شاعر کے حال میں ہے :

''محمد اسحق خان مرحوم ۔ وی جوانی بود کشمیری الاصل
. . . پسر ہم‌زلف احسن اللہ خان بیان ۔ در سرکار
گردوں اقتدار شاہزادۂ نامدار کامگار مرزا جہاندار شاہ
انار اللہ برہانہ ثروتی بہم رسانیدہ بود ، بعد شنقار شدن
آن شاہباز بلند پرواز اوج حشمت و جاہ بیاوری
بخت بلند و مدد طالع ارجمند مختار کار سرکار دولت مدار
خلف الصدق آن عالی نسب والاحسب یعنی مرزا
شگفتہ بخت بہادر المعروف بہ مرزا حاجی صاحب شد ۔
اما افسوس ہزار افسوس کہ در عین شباب چندان از
عمر بہرہ ور نا گشتہ بہ رحمت حق پیوست۔'' (۳)

اس سے قیاس ہوسکتا ہے کہ تمنا کا تعلق سرکار جہاں‌دار سے
قیام بنارس تک رہا اور بعد میں ان کے فرزند کے ہاں بھی اسے

---

(۱) ''گلشن ہند'' ص ۸۹ ، ۹۰ ۔
(۲) ''مجموعۂ نغز'' (قاسم) صفحہ ۷۷ ۔
(۳) ایضاً صفحہ ، ۱۳۵ ۔

ملازمت کا سر رشتہ ملا ۔

اسی طرح جعفر علی حسرت کے سلسلے میں لکھا ہے :

''. . . در سرکار دولت مدار شاهزادهٔ نامدار کامگار جهان‌دار شاه انار الله برهانه در سلک ملازمان خاص ·عزامتیاز اختصاص داشت۔ در آخرها به هدایت سعادت ازل و ره نمونیٔ فیض لم یزل از تعلقات دینوی وارسته سالک مسالک خدا جوئی گشت۔''(۱)

اس کی تائید مصحفی کے مندرجہ ذیل بیان سے بھی ہوتی ہے :

''تا این مدت معاش به‌پیشهٔ شاعری بسر برده ، آخرآخر چندی در سرکار صاحب عالم مرزا جهاندار هم عز و امتیاز داشت چون پدرش جهان فانی را پدرود کرد نوکریٔ صاحب عالم‌گذاشته خود بجای پدر دکان نشین‌گردیده بود که به‌یک ناگاه به‌ایمای بزرگی خرقهٔ درویشی پوشیده ترک لباس دنیاوی کرده کنج عزلت اختیار نمود'' (۲)

''تذکرۂ مجمع‌الانتخاب'' (کمال) سے معلوم ہوتا ہے کہ حسرت نے ۱۲۰۶ھ میں انتقال کیا ۔ نیز چار سال قبل ترک دنیا کرچکے تھے اس لیے ۱۲۰۱ھ میں درویشی اختیار کرچکے ہوں گے اور ان کے باپ کا انتقال اس سے کچھ پہلے ہوا ہوگا ۔ (۳)

اس کے علاوہ محمد ظہور نوا بھی جہاں‌دارشاہ کے متوسلین میں سے تھے ۔ ''مجموعۂ نغز'' میں لکھا ہے :

---

(۱) ایضاً صفحہ ۲۰۸ ۔

(۲) ''تذکرۂ ہندی'' (مصحفی) صفحہ ۴۷ ۔

(۳) مفصل بحث کے لیے دیکھیے راقم کی کتاب ''میر حسن اور ان کا زمانہ'' صفحہ ۱۵۹ ، ۱۶۰ ۔

''نوا تخلص شیخ محمد ظهور نوا، وی طالب علمی از طلبای بلدۂ لکھنئو . . . شاگرد محمد بقا اللہ اکبر آبادی است از حضور سراسر نور مرشد زادہ جہان و جہاندار المعروف بہ مرزا جوان بخت مرحوم بخطاب مستطاب خوش فکر خانی عز امتیاز داشت'' (۱) ۔

اس کی تائید مصحفی کے بیان سے بھی ہوتی ہے کہ نوا کو جہاں‌دار شاہ کے ہاں سے ''خوش فکر خاں'' کا خطاب ملا تھا(۲)

لکھنئو کی مجالس میں جہاں دار شاہ کی قدردانی اور شاعر نوازی کی داستان کے یہ چند ٹکڑے ملتے ہیں ۔

بنارس

لکھنئو سے بنارس آ کر بھی محفل آرائی اور شعر خوانی کا زور قائم رہا۔ بنارس میں جو شعرا جہاندار کے دامن سے وابستہ تھے ان میں طپش دھلوی کا خاص طور پر ذکر ملتا ہے ۔ ''گلزار ابراہیم'' میں نواب علی ابراہیم خاں لکھتے ہیں :

''طپش دھلوی ۔ از شاگردان خواجہ میر درد و منسلکان سرکار مرشد زادۂ آفاق جہاندارشاہ صاحب عالم است، ہرگاہ کہ مرشد زادۂ آفاق رونق افزاے بنارس بودند با راقم آثم در ۱۱۹۸ ھجری بہ مکرر ملاقات کردہ ، جوانے خوش ظاہر ، بہ صفت خاکساری و اخلاق آراستہ است'' (۳) ۔

---

(۱) ''مجموعۂ نغز'' (قاسم) صفحہ ۲۸۶ ۔
(۲) ''تذکرۂ ہندی'' (مصحفی) صفحہ ۲۶۳ ۔
(۳) ''گلزار ابراہیم'' (مع ''گلشن ہند'') صفحہ ۱۶۷ ۔

غم غلط کرنے کا اس سے زیادہ موثر طریقہ کیا ہو سکتا تھا کہ جہان دار شاہ رنگ رلیاں مناتے رہیں ، اپنی انتظامی استعداد کو فراموش کر دیں۔ انھوں نے تیموری سلطنت کو بچانے کے لیے برطانوی حکومت کو سہارا بنانا چاہا تھا اور ان کی حیثیت اب قیمتی مہرے کی سی ہوگئی تھی جس کی قیمت انگریزوں نے آصف الدولہ کے پیسے سے ادا کی تھی اور تخت کا ایک دعوے دار ان کی مٹھی میں تھا جسے بضرورت کام میں لایا جا سکتا تھا۔ ۱۷۸۷ عیسوی میں دلی کے حالات نے پھر پلٹا کھایا اور شہزادے کے دل میں دوبارہ دلی جانے کا خیال بیدار ہوا۔ جے پور اور جودھپور کے راجپوتوں کے ہاتھوں سندھیا کو پریشانی اٹھانی پڑی اور اس نے ادھر کا رخ کیا تھا کہ غیر حاضری میں سازش ہوگئی (۱)۔

غلام قادر روہیلے نے پانی پت اور دہلی کا رخ کیا اور اپنے موروثی عہدے کو عملی جد و جہد سے زندہ کرنے کی تگ و دو کی۔ دربار میں ناظر منظور علی اس کا حواری موجود تھا جس کی مدد سے شاہ عالم کے ہاں باریابی ہوسکتی تھی۔ سندھیا کے دو ایجنٹ جو اس کی غیر حاضری میں اس کے مفادات کے نگہبان تھے ، نالائق ثابت ہوئے غلام قادر دلی کی طرف بڑھا اور مرہٹوں کی بچی کھچی جمعیت کو شکست ہوگئی اور اس کے دونوں کارندے رات کی تاریکی میں فرار ہوگئے۔ شاہ عالم غلام قادر سے مفاہمت پر تیار ہوگیا۔ ۲۶ اگست ۱۷۸۷ع کو غلام قادر ، شاہ عالم کے

---

(1) The Making of India Princes (Edward Thomson) pp. 9-10

جہاں ان حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

حضور میں پیش ہوا اور میر بخشی کا عہدہ اور جاگیر کا حق دار قرار پایا۔ ۵ ستمبر ۱۷۸۷ع سے غلام قادر سلطنت کے کاروبار کا انچارج ہوگیا۔ اب غلام قادر بخشی الممالک امیرالامرا روشن الدولہ بہادر کے لقب سے سرفراز ہوا۔ شاہ عالم اس موقع پر بالکل عاجز و بے بس تھا۔ وہ رہائی حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن کوئی راستہ نہ ملتا تھا۔ چناں چہ اس نے اطراف و جوانب میں مدد کے لیے پکارا۔ سندھیا کو بھی خط لکھا اور جہاں دار کو بھی۔ ۷ ستمبر ۱۷۸۷ع کے خط میں جہاں دار کو حالات سے آگاہ کرکے واپسی کی دعوت دی گئی۔ نواب آصف الدولہ اور گورنر جنرل سے بھی اپیل کی کہ داد رسی کریں (۱)۔ یہ حالات گورنر جنرل (کارنوالس) اور آصف الدولہ کے لیے بھی لمحۂ فکریہ تھے۔ جہاں دار بنارس میں بے یار و مددگار پڑا تھا، دلی میں غلام قادر ذلت و رسوائی کا سامان کر رہا تھا۔ کارنوالس لکھنئو جاتے ہوئے بنارس سے گزرا تو شاہزادے نے اس سے علیحدگی میں گفتگو بھی کی (۲)۔

دلی کو روانگی

بالآخر کارنوالس نے کسی امداد سے معذوری کا اظہار کیا لیکن اس بات کی حامی بھری کہ اگر شہزادہ اپنے طور پر دلی جانا چاہے تو انگریزوں کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ جہاں دار نے

---

(1) Indian Historical Records Commission—— (Abdul Ali) p. 142.

۲ - گورنر جنرل لکھنئو گئے تو جہاں دار بھی پیچھے پیچھے لکھنئو پہنچا۔ دیکھیے "تاریخ اودھ" (نجم الغنی) جلد سوم صفحہ ۲۶۵ تا ۲۶۶۔

اس غرض کے لیے پانچ ماہ کی پیشگی تنخواہ کا مطالبہ کیا اور کہا کہ آصف الدولہ سے دلا دی جائے۔ کارنوالس نے وعدہ تو کیا لیکن آصف الدولہ ایک لاکھ روپے سے زیادہ دینے پر رضا مند نہ ہوئے (۱)۔ اس حقیر رقم کو لے کر اور اپنے معمولی ذرائع کو کام میں لا کر جہاں دار نے دلی کا رخ کیا اور یہاں آکر عملی سیاست میں کود پڑا۔ عبدالعلی کی رائے میں جہاں دار نے بڑی سعادت مندی سے باپ کی مدد کی تدبیر کی اور دلی کو مخالف عناصر سے پاک کرنے کے لیے شاہ عالم کو راست اقدامات پر اکسایا؛ لیکن مخالف عناصر نے بادشاہ کو بدظن کر دیا اور یقین دلایا کہ جہاں دار خود بادشاہ بننے کی سوچ رہا ہے(۲) لیکن سرکار کی رائے میں جہاں دارشاہ فی الواقع اپنی حکومت کے خواب دیکھ رہا تھا(۳) سرکار کا قیاس صحیح معلوم

(1) Indian Historical Records———
(Abdul Ali) p. 142.
I. R. D. Orignal Persian Letter بحوالہ
مرقومہ ۱۶ ستمبر ۱۷۸۷ء شمارہ ۶۵م

اس مرحلے پر جہاں دار شاہ نے جارج سوم فرماں روائے انگلستان کو بھی خط لکھا تھا۔ اس کا متن مع انگریزی ترجمہ دیکھیے در A History of the Reign of Shah-Aulum (Franklin) p. 243—249.

یہ مکتوب غالباً شاہ جارج تک کبھی نہیں پہنچ سکا (دیکھیے ایضاً صفحہ ۲۴۹ فٹ نوٹ)

(2) Indian Historical Records—p.142. See also A History of the Reign of Shah Aulum p. 158.

(3) Fall of the Mughal Empire (Sarkar) Vol III p. 306. also Indian Historical Records———
(Abdul Ali) p. 142—143.

ہوتا ہے ۔ شاید اسی لیے شاہ عالم نے جہاں دار شاہ کو تیرہ دن کے مختصر قیام کے بعد ہی چلتا کیا ۔ اسے آگرے کا صوبے دار بنا دیا گیا ۔ یہ صوبہ ابھی تک اسماعیل بیگ کے قبضے میں تھا اور شاہ عالم اس پر کوئی اختیار نہ رکھتا تھا ۔ ۲۴ دسمبر ۱۷۸۷ء کو شہزادہ اپنے بیوی بچوں کو ، جو فرار کے وقت دہلی میں رہ گئے تھے ، ساتھ لے کر آگرے پہنچا لیکن اسماعیل بیگ نے اطاعت سے انکار کیا ۔ بے آسرا جہاں دار کو واپس انگریزی علاقے میں جانے کا پروگرام بنانا پڑا کیوں کہ اس کے پاس نہ کافی فوج تھی نہ روپیہ ۔ اس نے انگریزوں کو مدد کے لیے لکھا بھی لیکن شنوائی نہ ہوئی ۔ ادھر غلام قادر اسے اغوا کرنے کی تدبیر کر رہا تھا ۔ ان حالات میں ناکام و نامراد واپس ہونے کے سوا چارہ نہ تھا ۔ (۱)

واپسی اور انتقال

مارچ ۱۷۸۸ء کو فرخ آباد پہنچ کر جہاں دار شاہ نے آصف الدولہ اور گورنر جنرل کو اطلاع دی اور لکھنئو میں وارد ہوگیا ۔ آصف الدولہ اس سنہری لاش کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھا ۔ چناں چہ ''واقعات اظفری'' میں اس موقع پر تلخ گفتگو کی کچھ تفصیل بھی ملتی ہے ۔ اظفری لکھتے ہیں :

''چون بادشاہ زادۂ مذکور (جہان دار) بعد چند سال برای آوردن قبایل خود بی استرضای نواب وزیر (آصف الدولہ)

---

(1) Fall of the Mughal Empirep. 306—307.

سرکار نے اس کتاب کے صفحہ ۲۷۹ پر سنین و واقعات کو آگے پیچھے کر کے الجھا دیا ہے ۔ یہاں مذکورہ بالا بیانات کو ترجیح دی گئی ہے ۔

بدھلی آمدند و لواحق خود را برداشته باز به لکھنئو مراجعت نمودند ، مزاج نواب مسطور از بادشاہ زادۂ مذکور بسیار منحرف بود و از صحبت سابق خود را بر کنار می کشیدند و اگر گاھی (مذکور) به تکلف ملاق می گردیدند صورت انبساط نمی دیدند ھی روزی درھمین حالت ملالت بادشاہ زادہ مسطور چیزی دانه الائچی وغیرہ بدست نواب وزیر دادند ۔ نواب آداب تسلیات بجا آوردہ گرفتند ۔ و شرط یاد و فراموش نمودند ۔ بادشاہ زادۂ مسطور فرمودند که ''نواب بھائی فراموش (نی)'' ۔ نواب وزیر جواب دادند که ''انشا اللہ تعالیٰ الحال تا عمر فراموش (نکنم)'' ۔ پس بادشاہ زادہ این جواب حرافت و ملالت آمیز وزیر شنیدہ از تصفیۂ مابین مایوس گردیدہ ، بعد چند ماہ در بنارس تشریف بردند و ھمونجا درماھۂ معینه معرفت صاحبان عالی شان بہادر (انگریز) می رسید ۔ بعد چندی در ھمون بلدہ داعی اجل را لبیک گفته ۔'' (۱)

آصف الدوله جہاں‌دار کو اپنے خزانے کا غیر ضروری بوجھ تصور کرتا تھا، نیز لکھنئو میں‌ٹھہرنا بھی خلاف مصلحت جانتا تھا(۲)

---

(۱) ''واقعات اظفری''۔ قلمی ، پنجاب پبلک لائبریری ، ورق ۵۰ ب ۵۱ الف ۔

(2) Historical Records Commission...(Abdul Ali) p. 143.
I. R. D. Original Persian Letter بحواله received on 13 March 1788 No. 174.

آخر گورنر جنرل (کارنوالس) نے طے کیا کہ شہزادہ راج محل میں اقامت پزیر ہو ۔ آصف الدولہ پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ اخراجات کی کفالت کرے ۔ چناں چہ آصف الدولہ تین لاکھ روپے سالانہ دینے پر تیار ہوگیا ۔ شہزادے کے اخراجات اس سے زیادہ تھے اور عذر یہ تھا کہ پہلے اکیلا تھا تو چار لاکھ پاتا تھا اور بیوی بچے لے آیا تو تین لاکھ میں خرچ کیسے پورا کرے گا؛ خاص کر جب کہ مرتبے کے لحاظ سے رکھ رکھاؤ بھی ضروری تھا ۔ جہاں دار کو تین لاکھ ہی قبول کرنا پڑا اور اسے فوری طور پر تلقین کی گئی کہ راج محل یا سہسرام چلا جائے جہاں رہائش زیادہ مہنگی نہیں تھی ۔ جہاں دار شاہ کے لیے انکار کی گنجائش نہ رہی تھی اور اسے راضی ہونا پڑا ۔ اب وہ سفر کی تیاری کے لیے بنارس آیا جہاں اس کے اہل و عیال یکے بعد دیگرے بیمار پڑے اور سہسرام کی روانگی ٹلتی چلی گئی ۔ اس موقع پر اس کی بے بسی اور بے چارگی کا اندازہ اس خط سے بخوبی ہوتا ہے جو اس نے لارڈ کارنوالس کو لکھا تھا اور جس کے اقتباس کا ترجمہ عبدالعلی کے مقالے میں درج ہے(۱)۔ پریشانیوں اور الجھنوں نے جہاں دار کو کچل کر رکھ دیا ۔ ۳۱ مئی ۱۷۸۸ع کو چنار سے واپسی پر اسے سینے میں درد اٹھا اور اگلے روز اس نے جان جاں آفریں کے سپرد کر دی ۔

وفات کی تاریخ

جہاں دار کی وفات کی تاریخ ۲۵ شعبان ۱۲۰۲ھ/یکم جون ۱۷۸۸ع ہے ۔ جناب امتیاز علی خاں عرشی کا خیال یہ ہے کہ انتقال ذی قعدہ ۱۲۰۲ھ کے بعد کی کسی تاریخ کو ہوا ہوگا ۔ ان کے اصل

---

(1) Ibid. p. 144.
I. R. D. Original Persian Letter received, 31 May 1788. No : 286.

الفاظ یہ ہیں :

''لالہ سری رام اور امیر احمد علوی صاحب نے سنہ ۱۲۰۱ھ میں جہان دار شاہ کا انتقال لکھا ہے۔ مگر بیل کہتا ہے کہ ۲۵ شعبان سنہ ۱۲۰۲ھ (۱۳ مئی ۱۷۸۸ع) کو فوت ہوئے'' : (فٹ نوٹ) - مجھے اس سنہ میں بھی شک ہے - اس لیے کہ انشائے لچھمی نرائن دبیر (ورق ۸۲ ب) میں ان کا ایک شقہ بہ نام شرف الدین حسین خان نقل ہوا ہے اس میں شاہزادے نے غلام قادر کی گستاخی کا تذکرہ کر کے لکھا ہے کہ ہم لشکر لے کر دلی کی طرف جا رہے ہیں - تم دولت تیموریہ کے پرانے ہی خواہ ہو - اس شقے کو دیکھتے ہی ۱۰ ہزار چیدہ سوار ۵ ہزار پیادے ساتھ لے کر فرخ آباد میں ہم سے ملو - ۴ لاکھ روپے مصارف کے لیے خزانے سے بھیجے جا رہے ہیں - یہاں تمھارے پہنچنے پر داروغگیٔ توپ خانہ کا عہدہ عطا ہوگا۔ شاہ عالم ۷ ذی قعدہ سنہ ۱۲۰۲ھ کو نابینا کیے گئے تھے - غلام قادر خاں ۱۲ ذی حجہ سنہ مذکورہ کو دھلی سے نکل کر ربیع الاول سنۂ ۱۲۰۳ھ (دسمبر ۱۷۸۸ع) میں گرفتار ہوا ہے، ظاہر ہے کہ مذکورۂ بالا شقہ ذی قعدہ سنہ ۱۲۰۲ھ اور ربیع الاول سنہ ۱۲۰۳ھ کے درمیان لکھا گیا ہوگا - اس صورت میں جہان دار شاہ کا انتقال شعبان سنہ ۱۲۰۲ھ میں کس طرح ہوسکتا ہے(۱)؟''

(۱) ''نادرات شاہی'' (دیباچہ) صفحہ ۵۲ ، ۵۳ متن و حاشیہ -

عرشی صاحب کو مغالطہ ہوا ہے ۔ اس شقے میں شہزادے نے جس واقعے کا حوالہ دیا ہے وہ شاہ عالم ثانی کی کوری کا واقعہ (ذی قعدہ سنہ ۱۲۰۲ھ) نہیں بلکہ یہاں اس ذلت کی طرف اشارہ ہے جو شاہ عالم کو ۵ ستمبر ۱۷۸۷ع کے فوراً بعد اٹھانی پڑی تھی۔ غلام قادر نے دلی میں داخلے کے بعد شاہ عالم کو دھمکایا تھا کہ اگر اس کی مرضی کے مطابق نہ چلا گیا تو وہ سلام کرنے کے لیے تخت پر کوئی دوسرا آقا بٹھا دے گا ۔ اس واقعے کا ذکر شاہ عالم نے گورنرجنرل، آصف الدولہ اور جہاں‌دار کے نام کے خط میں کیا تھا(۱)۔ بیل کے بیان کردہ سنہ وفات کی تائید قتلق سلطان (جینا بیگم) کے خط سے بھی ہوتی ہے ۔ قتلق سلطان خود جہاں دار کے بستر مرگ پر موجود تھی (۲) اس لیے اس کا بیان سب سے زیادہ معتبر ہے ۔ بیل نے ہجری تاریخ کو عیسوی میں بدلتے ہوئے ایک دن کا فرق ڈالا ہے اور اسے یکم جون کی بجائے ۳۱ مئی کا واقعہ قرار دیا ہے ۔ جنتری کے حساب سے ایک دن کا فرق ممکن ہے ۔ صحیح تاریخ ۲۵ شعبان ۱۲۰۰ھ/یکم جون ۱۷۸۸ع ہے ۔

تصانیف

جہاندار شاہ کی مندرجہ ذیل تصانیف کا پتا چلتا ہے :

(۱) ''دلی سے فرار کی داستان'' : اصل متن ناپید ہے لیکن

---

(1) Indian Records Commission———
(Abdul Ali) p. 142
1. R D. Original Persian بحوالہ
Letter received16 Sept. 1787.

(۲) دیکھیے ضمیمہ ۳ جس میں قتلق سلطان بیگم کا خط اور جہاں دار کی آخری دن کی دو تحریریں درج ہیں ۔

اس کا انگریزی ترجمہ (جو وارن هیسٹنگز گورنر جنرل کے فارسی نویس منشی جونے تهن سکاٹ نے کیا تھا) چھپا ہوا موجود ہے ۔ دیکھیے "Memoirs relative to the State of India." از وارن هیسٹنگز طبع لندن ۱۷۷۶ع کے صفحات ۱۶۳ تا ۱۹۶

(۲) ''شعرا کا تذکرہ'': 'طبقات شعراے ہند' میں لکھا ہے کہ : ''(علی ابراہیم) بیان کرتا ہے کہ اس (جہاں دار) نے ایک تذکرہ اور تالیف کیا تھا لیکن یہ سب اس کے مر جانے کے بعد پورا نہ ہونے پایا ۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ کس طور پر وہ امام بخش کشمیری کے پاس رہ گیا جو اس نے اس کا انتحال (کذا) کر لیا(۱) ۔''

امام بخش کشمیری نے در اصل مرزا جہاں دار شاہ کے انتقال کے بعد اس کی بیاض نیز مصحفی کا تذکرہ شامل کرکے اپنا ''تذکرۃ الشعرا'' ترتیب دے لیا تھا ۔ چناں چہ مصحفی حقیقت کے حال میں لکھتے ہیں :

''میر شاہ حسین المتخلص به حقیقت شاگرد جرأت . . . به لکھنئو به سن تمیز رسیده . . . ملازاده و خوش‌بچه است، پیش ازین در ترک سو ان نوکر بود و درآن روزهای امردی و نوشتی اکثر به کتابت غزل های استاد خویش که به‌سبب کوری از نوشتن معذور است، مصروف می‌ماند۔ چون رسالۂ ایشان برهم خورد امام بخش کشمیری که باوصف جاهلی از مدتی خیال جمع کردن اشعار اساتذه در سر داشت

---

(۱) ''طبقات شعراے ہند'' (کریم الدین) صفحہ ۸۵ ۔

روزی از جرأت درخواست شخصی کرد که هم به تعلیم کودکان متوجه شود و هم به نوشتن تذکره مصروف باشد ـ مشارالیه او را آورده رو برو کرد و منت بر طرفین گذاشت ـ غرض که حسب الارشاد موسی الیه ، به پشت گرمی کور موصلی که به همسری من می رود و در باطن تخم کینه می کارد ، او هم تذکره نوشته درست ساخته است؛ اما طرفه این است که خان مذکور پیش ازین روزی بر مکان فقیر آمده بالحاح تمام مسودهٔ خام تذکره مرا که درین مدت به هیچ کس نه نموده بودم ، از من طلب نمود ـ من ساده دل غافل از فطرت و بدذاتی کشمیریان سابقه معرفت شاه جهان آباد آدمیت را کار فرموده اجزای مسودهٔ تذکرهٔ خود را حواله کردم ـ در عرصهٔ یک دو روز خفیه از من اشعار و احوال شعرای دهلی وغیره که من به محنت تمام بهم رسانیده بودم از دست حقیقت بی حقیت نقل کنانید و دیگر بیاض و چنگ جهان دار شاه که بعد فوت ایشان پیش او مانده بود چیزی ازو و چیزی از جای دیگر اخذ نموده، هرگاه مسودهٔ تذکرهٔ بی مغزش که آن را هیچ دانا نه پسندد، فی الجمله صورت گرفت ، روزی یکی از آشنایان جزو اول آن مجموعه آورده بمن نمود ، غافل ازین مقوله که گفته اند ـ شعر :

پنیری آب دادن نشاید به میش
که بیند درو قطرهٔ خون خویش

چون درو نظر کردم دیدم که همین تخلص آفتاب و آصف بطور تذکرهٔ من درو نوشته است ـ بسیار برهم شدم

و تفحص احوال کردم ، مشارالیه حقیقت تذکره نویسانیدن امام بخش خان بگوش من رسانیده، اگرچه مرا در بادی‌النظر از حرکت این اصحاب ثلاثه آزردگیٔ کمال بهم رسانیده بود قریب بود که هجو از من سر زند اما چون عبارت پوچ و غلطیٔ احوال و اشعار شعرا را در آن جریده سمت تحریر یافته نگاه کردم آسوده شدم و در گزشتم و بر همین قطع طبع زاد خود و یک بیت مولانا جامی اکتفا کردم :

قطعه

جانتے ہیں سب کہ اک مدت یہاں
مصحفی کے تذکرہ کا شور ہے
تذکرہ یہ جو حقیقت نے لکھا
بے حقیقت مصحفی کا چور ہے

اگر بر فروزی چو مه صد چراغ
ز خورشید باشد برو نام داغ

غرض که جای علی قلی خان خالی است(۱) ۔''

(۳) ''دیوان جہاں دار''—معلومہ لائبریریوں میں اس کے صرف دو قلمی نسخوں کا علم ہے ۔ ایک انڈیا آفس کا نسخہ جو وارن ہیسٹنگز کو خود شہزادے نے پیش کیا تھا اور دوسرا پنجاب یونیورسٹی لائبریری کا نسخہ جو ذخیرۂ آذر میں ۸۲۰۸ پر موجود ہے ۔

---

(۱) ''تذکرۂ ہندی'' (مصحفی) صفحہ ۸۷ ، ۸۸ ۔

خاندان کے دوسرے افراد

صرف جہاں دار ہی شعر و شاعری کا ذوق نہیں رکھتے تھے بلکہ اس خانوادے کے بعض دوسرے لوگ بھی شاعری سے بہرہ ور اور شعرا کے قدردان تھے۔ باپ (شاہ عالم) کے علاوہ حقیقی ماموں بھی شاعر تھے۔ ''مجموعۂ نغز'' میں ''اکبر'' تخلص کے تحت لکھا ہے :

> ''اکبر، مکرم الدولہ سید اکبرعلی خاں بہادر مستقیم جنگ برادر حقیقی عصمت قباب نواب تاج محل صاحبہ والدہ ماجدۂ مرشد زادۂ جہان و جہانیان جوان بخت مرزا جہان دار شاہ بہادر انار اللہ برہانہ۔ وے جوانے بود نیکومحضر،پاکیزہ سیر، خوش اختلاط، با تمکین، نیک معاش طبع رنگین، ذی‌شوکت و جاہ، باثروت(و)حشمت پناہ۔ درعلم موسیقی دستے داشت۔ گاهی بفکر ریختہ همت می گماشت از چندے بجوار رحمت حق پیوستہ(۱)۔''

چھوٹا بھائی جو بھائی کی‌وفات کے بعد ولی عہد سلطنت ہوا وہ بھی شاعری کا ذوق رکھتا تھا اورشعاع تخلص کرتا تھا(۲)،اسی طرح شہزادہ سلیمان شکوہ صاحب دیوان اور لکھنئو کے شعرا کا مربیٔ خاص تھا۔ جہاں دار کی بیگم قتلق سلطان (جینا بیگم)بھی شاعرہ تھیں (۳)۔ بڑا بیٹا مرزا شگفتہ بخت بہادر عرف‌حاجی صاحب کے بارے میں''مجموعۂ نغز'' میں ہے :

''مرزا شگفتہ بخت بہادر عرف مرزا حاجی صاحب

---

(۱) ''مجموعہ نغز'' (قاسم) صفحہ ۶۷ -

(۲) ایضاً صفحہ ۳۴۳ ، ۳۴۴ -

(۳) ایضاً صفحہ ۱۷۸ -

خلف الصدق صاحب عالم و عالمیان مرشد زادۂ جہان و جہانیان ، مرزا جوان بخت جہان دار شاہ بہادر انار اللہ برہانہ کہ با پدر والا قدر بہ ممالک شرقیہ تشریف ارزانی فرمودہ ، بہ محمد آباد بنارس طرح اقامت افگندہ بہ ترفہ و تعیش ایام خجستہ فرجام بسر می فرمایند ۔ سران آن جا سعادت خود انگاشتہ حوائج ضروریہ سرکار دولت مدار آن کامگار می رسانند ۔ از طبع وقاد جناب ایشان گاہ گاہ شعر ریختہ بسیار پاکیزہ و پرمزہ می ریزد(۱)۔"

اس شہزادے کے متوسلین میں میر حیدر خان حیدر کا ذکر بھی پایا جاتا ہے :

"میر حیدر علی خان ۔ وی از اولاد امجاد حضرت . . . غوث صمدانی است... مولدش دارالسلطنت لاہور و اکثر اوان و فرخندہ توامان زندگانیش بنواح دہلی و دیار شرقیہ انجام رسانیدہ و گرم و سرد زمانہ بسیار دیدہ ۔ مدتے بہ بلدۂ محمد آباد بنارس مصاحبت شاہ زادہ نامدار کامگار مرزا شگفتہ بخت بہادر دام اجلالہ مختار و سرفراز بود(۲)۔"

شگفتہ بخت کے علاوہ جہان دار کے دوسرے لڑکے مرزا خرم کے ملازموں میں لالہ ٹیک چند اخگر شاعر ہوگزرا ہے :

"اخگر تخلص لالہ ٹیک چند دیوان مرزا خورم (کذا) صاحب فرزند ارجمند مرزا جہان دار شاہ مرحوم است (۳) ۔"

---

(۱) "مجموعۂ نغز" (قاسم جلد دوم) صفحہ ۳۴۸

(۲) ایضاً صفحہ ۲۲۶

(۳) ایضاً (جلد دوم) صفحہ ۳۴۷

جہاں دار کے تیسرے صاحب زادے مرزا عالی قدر کے بارے میں معلوم نہیں کہ شعر کا ذوق رکھتے تھے یا نہیں۔ خاندان کا حال بتاتے ہوئے لالہ سری رام ''خمخانۂ جاوید'' میں لکھتے ہیں کہ آپ (جہاں دار) کی اولاد کا سلسلہ بنارس میں اب تک موجود ہے (۱)۔

---

(۱) ''خمخانۂ جاوید'' (جلد دوم) صفحہ ۳۲۲ -

دیوان جہاں دار

از

شہزادہ جواں بخت جہاں دار شاہ

مرتب

ڈاکٹر وحید قریشی

۱ب تصنیف میرزا جہاں دار شاہ[۱]
ولی عہد شاہ عالم بادشاہ غازی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

(۱)

خود بہ خود جو یار ہم سے آج سکچانے لگا
غیر کے گھر آج وہ شاید کہ پھر جانے لگا
آگے تو گلچیں تھے ہم اس حسن کے گلشن کے آہ
اب تو اس رشک چمن سے غیر پھل پانے لگا
دیکھنا تیرا تو کب ہوتا میسر ہے مجھے
اب تصور ہی سے تیرے دل میں بہلانے لگا
آہ مژگاں کی کدالوں سے وہ کافر شوخ چشم
کعبۂ دل کی مرے یارو بنا ڈھانے لگا

---

۱ ۔ پیشانی پر کچھ شعر درج تھے جن میں سے بعض صحاف نے جلد بندی میں کاٹ دیے جو بچ گئے وہ یہ ہیں :

ہر چند در آخر بظہور آمدۂ ۔ ور آمدۂ ز راہ دور آمدۂ
ایمان خدا پسند ایمان علی است جز عید غدیر کز غلامان علی است
عید است کہ بی(؟)جشن مع اللہ رسید نوبت بشہ دین اسداللہ رسید
می گفت چو بودہ است علی را احمد صد شکر کہ دستم بید اللہ رسید

بوسہ ہم جب چاہتے ہیں منہ کو سرکا لے ہے تو
واہ وا پیارے ہمیں تو روز دھنگانے لگا
وعدہ جب ملنے (کا)[1] ہم نے تجھ سے چاہا ہے تو پھر
آج کل لیت و لعل تو ہم کو بتلانے لگا
پیشرفت اس کی نصیحت کچھ نہوئی اس شوخ کو
جب نہ تب ناصح مجھے ہی آ کے سمجھانے لگا
کب میں نا فرماں ہوا تجھ حکم سے اے لالہ‌رو
گالیاں مجھ کوں ہزاراں تو جو فرمانے لگا
ہم نہ کہتے تھے کہ دل خوباں کو دینا خوب نئیں
کیوں جہاں دار آخر اب تو بھی تو پچھتانے[2] لگا

(۲)

دل پر خوں جو جام ہے میرا
خون شرب[3] مدام ہے میرا
رند و آوارہ نام ہے میرا
سب میں یہ احترام ہے میرا
عارض و زلف یار کا دھیان ۱۲
مونس صبح و شام ہے میرا

---

۱ - نسخے میں بعد کے قلم سے اضافہ
۲ - ''تذکرۂ ہندی'' : پچھتانے ، قلمی نسخے میں دوسرے مقام پر پچتانا ہی لکھا ہے لیکن اس مقام پر نسخے میں 'چھ' صاف پڑھا جاتا ہے - کاتب دونوں قسم کی املا کا قائل معلوم ہوتا ہے -
۳ - اصل : شراب

عمر گزری کہ مثل نقش قدم
اُس کی رہ میں قیام ہے میرا
آہ اک دن بھی دیکھ کر نہ کہا
یہ بھی کوئی نقش گم ہے میرا
قاصد اُس حرف ناشنو تک جلد
یہی جاگہہ پیام ہے میرا
ابھی آنا ہے تو شتابی آ
کام ورنہ تمام ہے میرا
ہے اُسی بت کے طاق ابرو کو
جو سجود و سلام ہے میرا
گاہ بے خود ہوں گہہ بخود ہر دم
کوچ اور یہ مقام ہے میرا
اے جہاں‌دار ہوں میں صید اسیر
ہر خم زلف دام ہے میرا

(۳)

جی بھرا آتا ہے خالی مے کا پیالہ دے گیا
دیکھیو کیا آج ہم کو شوخ بالا دے گیا
اُس بت پیماں گسل کو جب کہ میں لاتا ہوں گھر
کوئی نکوئی دے کے بالا مجھ کو تالا دے گیا
چاک سینہ کو، جگر کو، داغ دل کو درد زخم
تاجر غم شہر الفت کے یہ کالا دے گیا

کل کے[1] دن دکھلا کے اپنا جلوۂ صنعت گری
یاد اپنی شب[2] کو وہ باری تعالیٰ دے گیا
نام اپنا جپنے کو ہر ہر طرح سے ہر جگہ
سبحہ تو مسجد میں بت خانہ میں مالا دے گیا[3]

---

۱ - اصل : کہ
۲ -اصل : سب
۳ - ورق ۲ الف کی پیشانی پر شاہ عالم آفتاب کی ایک غزل اور ان سے منسوب قطعہ بھی درج تھا صحاف نے جلد بندی کرتے وقت غزل کو کاٹ دیا ہے اور اب اس کے بعض مصرعوں کے پہلے حرف موجود ہیں جو یہ ہیں :-
پہلا شعر : اس ظالم.........
دوسرا شعر : صنم ناص.........
تیسرا شعر : خدا ....
چوتھا شعر : یہاں تک ہے...
دوسرا مصرعہ ، رواں............
مقطع : دکھا اے آفتاب صبح......
شب فرقت نہیں............
قطعہ جو تمام و کمال حاشیہ پر تھا اور محفوظ ہے یہ ہے :

ایضاً

صبح تو جام سے گزرتی ہے   شب دلارام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے   اب تو آرام سے گزرتی ہے

یہ قطعہ آوارہ گرد اشعار میں ہے اور دوسرے شاعروں کے کلام میں بھی ملتا ہے ۔

کون میکش اے جہاں دار آج گزرا باغ میں
ہاتھ میں ہر شاخ گل کے مل کا پیالہ دے گیا ۲۵

★

مرکس کے اشتیاق میں یہ بے اجل گیا
آنکھیں جو یوں کھلی رہیں[۲] اور دم نکل گیا[۳]

(۲)

۲ب کوئی کر سکتا ہے یارو جیسا میں نے کام کیا
یار کے ذمے[٤] دی کر نیکی ، اپنے تئیں بدنام کیا
آنکھوں سے سہلایا کیا میں تلوے اس کے وقت خواب
اتنی خدمت دیکھ مری گھر غیر کے جا آرام کیا
کون سی شب بے نالہ و زاری میں نے نہیں کی آس بن صبح
کون سا دن بے رنج و مصیبت میں نے نہ رو رو شام کیا

---

۱ - ''تذکرۂ ہندی'' میں یہ شعر درج ہے لیکن دوسرا مصرعہ :-
ہاتھ میں ہر شاخ گل کے مے کا پیالہ دیکھنا

۲ - ''مجمع الانتخاب'' : کھلیں رہیں -

۳ - یہ شعر ''عمدۂ منتخبہ'' ''مجموعۂ نغز'' ''مجمع الانتخاب'' ''گلشن بے خار'' میں ہے ؛ پہلا لفظ ''عمدۂ منتخبہ'' میں : ہر ؛ لیکن ''تذکرۂ ہندی'' میں شعر یوں ہے :

نرگس کے انتظار میں یہ بے اجل گیا
آنکھیں جو یوں کھلی رہیں اور دم نکل گیا

''طبقات الشعرا'' (شوق) میں ''تذکرۂ ہندی'' والی صورت ہے اور ساتھ یہ نوٹ ہے :
''گویند این غزل در دم واپسین گفتہ واللہ اعلم''- ''طبقات الشعرائے ہند'' (کریم الدین) اور ''خمخانۂ جاوید'' میں متن درج شدہ صورت کے مطابق -

۴ - اصل : زمی

کچھ نہ چلا بس اس پہ عزیزو اپنی ہی میں جان پہ کھیلا
آخر درد ھجر نے اس کے میرا کام تمام کیا
شب کہا میں نے اُس سے مرا دل زلف کا تیری بندہ ہے[1]
کیوں اُسے تو نے قیدی دام سنبل مشکیں فام کیا
کاف تھا اُس کی بستگی کو تو ، تار کاکل رشتۂ زلف
کر کے اسیر حلقۂ گیسو کیوں اُسے بے آرام کیا
چیں بجبیں ھو بولا دور ھو تجھ کو ہے سودا دیوانے
چھوٹنے کا کیوں اُس کے تو نے دل میں خیال خام کیا
اول مرغ رشتہ پیا[2] سا تھا پابند تار زلف
حلقۂ گیسو میں لا اُس کو آخر صید دام کیا
آرزو یک بوسہ کی رکھتا دل میں جہاں دار اے پیارے
لعل لب شیریں سے تم نے پر نہ کبھو انعام کیا

(۵)

جو کچھ کہ تو نے سر پہ[3] مرے دلربا کیا
دل ھی وہ جانتا ہے کہوں کیا میں کیا کیا
مت پوچھ آہ عشق نے خوباں کے کیا کیا
رسوا کیا ، خراب کیا ، مبتلا کیا
یارو کہے رکھے ھوں میں دعویٰ نہ کیجیو
قاتل کو اپنے میں نے بحل خوں بہا کیا

---

۱ - اصل : ہے بندوا (قیاسی تصحیح)
۲ - اصل : پیاسا -
۳ - اصل : پر

ملزم کیا ہے آہ آسی نے مجھے بہ عکس
آئینہ رو کا اپنے میں جس سے گلا کیا

بن بیٹھتا ہے مفت مرے جی کا مدعی
اظہار اس سے دل کا میں جب مدعا کیا

٣١ بےمہری تیری کیا کہوں اے سنگ دل کہ چور
مجھ دل کا شیشہ تو نے بہ سنگ جفا کیا

اس بن نہ قبلہ سمجھوں نہ قبلہ نما کو میں
قبلہ آسے دل اپنے کو قبلہ نما کیا

ملتا ہے اے نگار کف پا کوں اپنے آہ
کیا تو نے میرے خون کو رنگ حنا کیا

یہ چشم داشت تجھ سے جہاں دار کو نہ تھی
جو غیر کے لیے آسے تو نے خفا کیا

(٦)

دنیا میں کوئی دل کا خریدار نہ پایا
سب دیکھے دل آزار ہی ، دل دار نہ پایا

کب غیر کو ہمرہ ترے اے یار نہ دیکھا
تجھ گل کو کبھی ہم نے تو بے خار نہ پایا

تجھ رخ سے نہ برقع اٹھا اے غیرت خورشید
ذرّہ ترا مشتاقوں نے دیدار نہ پایا

ہم سر ہی پٹکتے رہے دروازے کے باہر
پر گھر میں ترے آنا کبھی بار نہ پایا

کس سے کہوں اپنا غم دل آہ عزیزاں
دنیا میں کوئی مونس و غم خوار نہ پایا

ہر طرح گلے پڑ کے دیا ہم نے تجھے دل
جب تجھ سا یہاں کوئی طرحدار نہ پایا
دیکھ اُس کی ہوئی ایسی زخود رفتگی تجھ کو
کل آپ میں میں تجھ کو جہاں دار نہ پایا

(۷)

جس دن سے میری آنکھوں میں وہ یار بھا گیا
چشمک زنی سے ناز کی دل کو لبھا گیا
قامت سے یار جلوہ قیامت دکھا گیا
- - - - - - - - - - - - - - - -[1]
تب اٹھ کر کبھی گیا جو وہ غارت گر شکیب
صبر و قرار سب مرے دل سے اٹھا گیا
آنکھیں مری اودھر ہی گئیں جس طرف تھا تو
قبلہ کی طرف طائر قبلہ نما گیا
جوں بو کہ گل میں ہوئے چھپی[2] وو ہیں آپ میں
میں سوچتا ہوں آہ[3] کہ کیوں کر سما گیا
ناصح کی کچھ مجال نہ ہوئی کہ کچھ کہے
ناحق وہ میری جان ہی بک بک کے کھا گیا
کہتے ہیں شیخ گزرا تھا کل میکدہ کی راہ
عمامہ اور خرقہ و جُبّہ لٹا گیا

---

۱ - نسخے میں مصرعے کی جگہ خالی ہے۔
۲ - اصل : تجھی
۳ - آہ ؟ آیا ؟

اُس کی گلی میں جب سے جہاں‌دار جا بسا
زنہار اس طرف کو نہ آیا بھلا کیا

(۸)

وہ رشک مہ چمن میں جا کر جو مسکرایا
غنچوں کے منہ میں پانی حسرت سیتی بھر آیا
قمری و کبک ہوتے ہر گام پر ہیں صدقے
تشریف باغ میں جب وہ سرو ناز لایا
بے اختیار گریاں جوں رعد وہ ہوا ہے
جوں ابر میں نے گریہ اپنا جسے دکھایا
آغوش میں اُسے میں بے اختیار کھینچا
مدت کے بعد میں نے اُس کا وصال پایا
لایا نہ حرف لب تک شکوہ ہے دل‌کا دل میں
زخموں پہ زخم میں نے مانند غنچہ کھایا
کہتے نہ تھے جہاں‌دار اس زلف سے نہ لگ چل
کہنا نہ مانا آخر دل دام میں پھنسایا

(۹)

دور ھی سے آتے مجھ کو دیکھا جو اُس نے ٹھٹھکا
بولا کہ دور یاں سے آیا کدھر ہے بھٹکا
ہہا دل‌بر نے آج کیا ھی طرہ رکھا ہے لٹکا
دل میرا لینے کے تئیں کاڑھا[۱] نیا یہ لٹکا

---

۱ - اصل : کاڑاھا

زخم جگر ہمارا نالہ سے کھل گیا یوں
جس طرح غنچۂ گل باد صبا سے چٹکا
ممکن نہیں جو ہووئے آرام اس کو اک دم
نوک مژہ کا تیری جس دل میں خار کھٹکا
دل کو شکستہ کرتے اس کو دریغ کیا ہے
جس کو یہ کھیل ہے نت شیشہ لیا اور(کذا)پٹکا
جب تک نہ تھا میں آتا ، تھا غیر گرم خلوت
دیکھا جو مجھ کو آتے تجھ پاس ووہیں سٹکا
بے خود ہی ہوگیا میں تجھ ہاتھ سے جہاں دار
اس ناز سیتی دامن اس نازنیں [نے] جھٹکا

(۱۰)

کچھ نہ تھا آگے عشق کا چرچا
دیکھ کر تجھ کو ہوگیا چرچا
اے صنم میری بت پرستی کا
گھر بہ گھر اب تو ہوگیا چرچا
آگے کوئی جانتا نہ تھا تجھ کوں
میں نے اتنا ترا کیا چرچا
سو مجھی سے لگا تو کرنے عار
میں نہ کرتا جو جانتا ، چرچا
عشق کا میرے ، حسن کا تیرے
شہر میں اب ہے جا بہ جا چرچا
تجھ کو آرایش اپنی ہے منظور
بلکہ اس سے ہے مدعا چرچا

یہ جہاں دار چاہتا ہے کہ کم
عشق کا ہو نہ اے خدا چرچا

(۱۱)

ہم ب یار جب ہم کنار ہووے گا
دل کو میرے قرار ہووے گا

گزرا مجھ خاک سے جو دامن کش
یہ وہی شہسوار ہووے گا

تاب کیا ماہ چار دہ کو جو ٹک
اس پری سے دوچار ہووے گا

مہر آس رخ کے آگے افسردہ
جوں چراغ مزار ہووے گا

گل نزاکت کے آگے اس رو کے
چشم بلبل میں خار ہووے گا

سرو اس قد راست کے آگے
بندۂ چوب دار ہووے گا

گرچہ عالم میں ہر کوئی تیرا
عاشق غم گسار ہووے گا

یاد کر ہم سا پر نہ کوئی پیارے
فدوئ جاں نثار ہووے گا

اے جہاں دار کب وہ آینہ رو
دیکھوں مجھ سے دو چار ہووے گا

(۱۲)

مت بولیو تو اس سے جہاں دار دیکھنا
کھینچے ہوئے ہے آج وہ تلوار دیکھنا
ابرو کماں سے تیر نگہ مار دیکھنا
لگتی ہے پار دل کے مرے یار دیکھنا
گریاں ہوں ایک عمر سے پوچھا نہ یار نے
روتا ہے کون یہ پس دیوار دیکھنا
تعلیم اشک آہ سے لی میری، نہ ابر نے
جو یوں برس رہا ہے دھواں دھار دیکھنا
سر رشتہ کفر و دیں کا حقیقت میں ایک ہے
جو تار سبحہ ہے سو ہے زنار دیکھنا
ناحق پرست سب نئیں کہ بولیں نئیں حرف حق ۵ا
منصور کو نصیب ہوا دار دیکھنا
یارو میں کہہ رہا کہ دل مت دے [یہ] دے کے دل
آیا ہے تنگ کیا ہی جہاں دار دیکھنا

(۱۳)

مطلع اسی زمیں کا جہاں دار اور بھی
دل چاہتا ہے لکھ کے بہ تکرار دیکھنا

سنتا نہیں کسو ہی کی وہ یار دیکھنا
کیجو نہ اس سے حال دل اظہار دیکھنا
گستاخ بے طرح ہے تجھ آغوش سے یہ ہاتھ
ہوجائے گا گلے کا ترے ہار دیکھنا

تجھ در پہ مثل نقش قدم ایک عمر سے
پیارے فتادہ ہے یہ گنہگار دیکھنا
گھر تیرے گئے پہ تجھ کوں نہ پایا بلا رقیب
مجھ کو ہوا یہ گل کے عوض خار دیکھنا
شمع جمال اپنے پہ چاہے جو امتحان
پروانہ وار مجھ کو بھی یک بار دیکھنا[1]
کوئی تیرہ بخت مجھ سا بھی ہوگا جہان میں
تجھ زلف سے ملا نہ مجھے تار دیکھنا
اس راز عشق کو کہیں رو رو کے شمع سان
اظہار کیجیو نہ جہاں دار دیکھنا

(۱۴)

پڑا جلتا ہے فرقت میں تن اپنا اور جاں اپنا
سناؤں کس کو جا کر نالہ اپنا اور فغاں اپنا
کبھی جو ہم کہیں ٹک دیکھ لیں وہ دلستاں اپنا
نثار اس راحت جاں پر کریں یہ نقد جاں اپنا
کہوں کس سے، بتاؤں کیا کسی کو، آہ اے یارو
سمجھتا ہی نہیں کوئی درد جاں سوز نہاں اپنا
کوئی ماہر نہ ہو ٹک بھی مری اس دل کی حالت سے
عبث ہے اس کے آگے بیٹھ غم کرنا بیاں اپنا
۵ ب گلی میں تیری وہ آ[2] گھر کرے اے خانہ آبادان
جو اپنے ہاتھ پہلے کر لے ویران خانماں اپنا

---

۱ - یہ شعر حاشیے پر درج ہے -
۲ - اصل : آ آ

بہار عارضی پر اشک شبنم سے ہے گل گریاں
نظر آتا ہے آگے ہی آسے روز خزاں اپنا
صبا بلبل سے کہتی تھی یہ از روئے ہوا خواہی
کہ باندھے ہے عبث تو شاخ گل پر آشیاں اپنا
لیا ہے دیکھ میں نے رنگ ان سب بے وفاؤں کا
''نہ گل اپنا نہ گلشن اپنا ہے[1] نے باغباں اپنا''
جہاں دار اس قدر بے فایدہ کیوں جی کھپاتا ہے
کہاں ہے کوئی غم خوار اس جہاں میں اے میاں اپنا

(۱۵)

کیا جانیے کب دل کو مرے شاد کرے گا
وہ وعدہ فرامش مجھے کب یاد کرے گا
گو خاک بھی ہو جائیں گے آس شوخ کے کو میں
پر ہم کوں یقیں ہے کہ وہ برباد کرے گا
دن حشر کے بھی ہوگی یہ نعش آس کی کو جنبش
جس کے تئیں تو کشتۂ بیداد کرے گا
یاد آوے گا یہ سینہ سپر ہونا ہمارا
کہیں وار جو تو خنجر فولاد کرے گا
رعنائی تری قامت موزوں کی نظر کر
گلشن میں غرض وجد ھی شمشاد کرے گا
نقش آس کی کمر کا ما سر مو نہ بندھے گا
صناعیاں گو خامۂ بہزاد کرے گا

---

[1] - اصل : نہ

ویرانۂ دل کو مرے کیا جانیئے کس[1] روز
وہ خانہ خراب آن کے آباد کرے گا

کب تک اے جہاں‌دار تو اُس کے پس دیوار
ہر شام و سحر نالہ و فریاد کرے گا

ممکن نہیں جو سن کے تری آہ و فغاں کو
پاس اپنے تجھے شوخ وہ ٹک یاد کرے گا

١٦ جاتا ہوں اُسی[2] پاس جہاں دار ولے دل
دھڑکے ہے کہ کیا مجھ کو وہ ارشاد کرے گا

(۱٦)

نالہ جدھر میرا گزر کر گیا
تیر سا ہر دل میں اثر کر گیا

دل نہ رہا آپ میں اور میں بہ خود
میری طرف جب وہ نظر کر گیا

کھول کے زلفوں کے تئیں چہرہ پر
یار بہم شام و سحر کر گیا

اہل ہوس رات گلی میں تری
جانے سے اے شوخ حذر کر گیا

اور جو مجھ سا تھا کوئی جاں فشاں
در پہ ترے جی سے گزر کر گیا

دیکھیو ثابت قدمی قیس کی
عشق میں کیا عمر بسر کر گیا

۱- اصل - کسے
۲- اصل - اوس

راہ خطرناک محبت کو طے
با قدم دیدۂ تر کر گیا
کون تھا کوچے میں صنم کے جو آج
گریۂ خوں تا بہ کمر کر[1] گیا
عقل پہ[2] نازاں ہوں جہاں دار کی
دل نہ دیا اس کو، ہنر کر گیا

(۱۷)

کیا بلا ہے دل جو سینے میں دھڑک کر[3] رہ گیا
شعلہ آتش سا ہی تن میں کچھ بھڑک کر رہ گیا
فصل گل آنے لگی صیاد نے چھوڑا نہ حیف
مرغ دل کنج قفص[4] ہی میں پھڑک کر رہ گیا
آ گیا مجھ نیم جاں پر رحم کچھ شاید اسے
میاں سے جو تیغ کو قاتل سرک کر رہ گیا
۲ب شب کہیں ابر مژہ سے برسے اونے اشک کے
رعد سا جو یوں [یہ] دل نالاں کڑک کر رہ گیا
لخت دل سینہ میں نالے سوں مرے[5]
پات سا جنبش صبا کی سے کھڑک کر رہ گیا

۱- اصل - بھر
۲- اصل - نہ
۳- اصل - کے
۴- قفس- این لفظ در فارسی بسین و صاد بہردو می شود و در عربی فقط بصاد (غیاث‌اللغات) - یہاں قلمی نسخے میں ص سے درج ہے اسی طرح رہنے دیا گیا ہے -
۵- کاٹ کر مصرح یوں بنایا ہے:
لخت دل سینے ہو آئے ہوا شیون مرے (کذا)

پھر بہار آئی جو کلیاں گل کی کھلنے لاگیں آہ
غنچہ ساں پھر زخم دل میر[ا] تڑک کر رہ گیا
اے جہاں دار آہ مثل طائر قبلہ نما
کیا بلا ہے دل جو سینہ میں دھڑک کر رہ گیا

(۱۸)

دل مبتلا کو میرے گر لے لیا تو پھر کیا
مرغ شکستہ پر کو دم اب دیا تو پھر کیا
زخم جگر کو میرے ہے التیام مشکل
جوں گل ہزار جا سے تو نے سیا تو پھر کیا
جب تک جیا رہا میں تیرا غبار خاطر
مجھ خاک پر گزر جا تو نے کیا تو پھر کیا
جوں شمع صبح گاہی جی ہے لبوں پہ میرا
کوئی دم ابھی' اے پیارے گر میں جیا تو پھر کیا
تجھ سے رہا تمام عمر آزردہ دل جہاں دار
اب اس کے تئیں دلاسا تو نے دیا تو پھر کیا

(۱۹)

حاشیہ-ب [خیا]ل وصل ترا دل سے تک جدا نہ ہوا
یہ خواب میں بھی حصول آہ مدعا نہ ہوا
اسی بہانے کف پائے یار سے ملتا
[ملو]ں ہوں ہاتھ کہ میں آہ کیوں حنا نہ ہوا

---

۱ - اصل : ابی

هوا جہاں سے جہاں دار گو میں بے گانہ
وہ بد گماں تو ولے مجھ سے آشنا نہ ہوا

(۲۰)

معلوم ہی نہیں کہ مجھے کیا بلا ہوا
کچھ دیکھتے ہی تجھ کو یہ دل مبتلا ہوا
گرمئی بزم آج ہے کچھ حد سیتی زیاد
دیوار پیچھے کوئی نہ ہو دل جلا ہوا
تسکیں ہوئی اُسے جو گیا بے قرار واں
کوچہ ترا کہاں ہوا دارالشفا ہوا
بوسہ کے مانگنے کے سوا اور کچھ بتا
تقصیر ہم نے کیا کی جو اتنا خفا ہوا
لگتے[۱] [ہی] ٹھیس پھوڑے کی مانند بہہ چلا
کیا کہیے آہ دل نہ ہوا آبلا ہوا
گل دل فگار و لالہ ہوا غم سے داغ دار
جیسے کہ تیرے ہاتھوں پہ رنگ حنا ہوا
دولت سے داغ عشق کے سینہ مرا تمام
آ دیکھ مثل تختۂ گل خوش فضا ہوا
اُس کی گلی میں دیکھا جہاں دار کے تئیں
مانند نقش پا تھا سر رہ پڑا ہوا

۱- لگتے [ہی] ؟ لگنے [سے] ؟

(٢١)

جو عشق اپنا میں اس شوخ سے عیاں[١] کرتا
یقین ہے کہ خراب اپنا خانماں کرتا

پیارے سچ کہو دیتے بھی یا نہ دیتے مجھے
سوال بوسہ میں تم سے ہیں[٢] نیم جاں کرتا

چھپی نہ رہتی مری اور بوالہوس کی قدر
جو تیغ کھینچ وہ ٹک قصد امتحاں کرتا

یقین ہے کہ آسے درد گوش ہو آتا
جو سمع[٣] درد کی میری وہ داستاں کرتا

دلوں سے خلق کے ہو جاتی محو لذت وصل
فسانۂ شب ہجراں جو میں بیاں کرتا

نہ رہتی بلبل و طوطی کے تئیں مجال سخن
تو اپنے گوشۂ داماں کو بوستاں کرتا

نہ دیکھتا کوئی لالہ ستاں کو بھر[٤] [کر] آنکھ
نمود سینۂ پر داغ میں جہاں کرتا

اسی زمیں کا جہاں دار لکھ کے مطلع اور
کیوں اپنا زور طبیعت تو نئیں عیاں کرتا

١- پر عیاں ؟ سے بیاں ؟
٢- ہیں = ہی (بمعنی جو)
٣ - اصل : شمع
٤ - 'طرح بھر'، لکھ کر طرح کا لفظ مسودے میں کاٹ دیا گیا ہے
مصرع یوں بھی ممکن ہے :
نہ دیکھتا کوئی لالہ ستاں طرف بھر آنکھ

(۲۲)

کرم جو گھر مرے وہ یار دلستاں کرتا
نثار اُس کے قدم پر میں نقد جاں کرتا
نثار ایک نگاہ کرشمہ کے اُس کی ۶ب
ہزار طرح کی جنس بہا گراں کرتا
خرام ناز پر اُس سرو خوش ادا کے فدا
شکیب و دین و دل و طاقت و تواں کرتا
مژہ کی پھیر کے ایوان چشم میں جاروب
مرتب اُس کی سکونت کو یہ مکاں کرتا
نہ آتا یار تو اُس کے فراق میں رو رو
غریق کنگرۂ ہفتم آسماں کرتا
گلی کو یار کی ہوتا جو راہی قاصد اشک
جگر کے ٹکڑوں کو اپنے میں ارمغاں کرتا
بجائے نامہ دل داغ دار اپنے کو
میں اُس کو سونپ کے اُس طرف کو رواں کرتا
غزل لکھ اور جہاں دار پھیر قافیہ یہ
کہ تیرے فکر کی تعریف ہے جہاں کرتا

(۲۳)

یہ میں ہی ہو[ں] کہ تو مجھ پر ہے سو جفا کرتا
ہنوز تک بھی ترے ساتھ ہوں وفا کرتا
تمام خلق سے کر لے ہے اُس کو بیگانہ
فلک ہے جس کے تئیں تجھ سے آشنا کرتا

نکالی جاتی زباں ہی مرے دہن سے آج
کسی کے آگے جو تیرا میں کچھ گلا کرتا
پیارے بے گنہ ایسے خفا ہو کیوں مجھ سے
بگڑتے تب جو میں تقصیر یا خطا کرتا
کیا در اپنے کے آنے سے مجھ کو کس لیے منع
گدا کا کام یہی ہے کہ کچھ دعا کرتا
بسان شمع نہ یک شب سے زیادہ فرصت دی
کہ تیری بزم میں جب بیٹھا رو دیا[1] کرتا
نہ دیتے یار جہاں‌دار[2] کو بیٹھنے پیارے
جو تم سے کچھ بھی وہ اظہار مدعا کرتا

(۲۴)

حاشیہء الف جو تو یاں سے رشک قمر جائے گا
تو عاشق ترا ووہیں مر جائے گا
اُسے آخرت کا سفر ہوگا درپیش
جو تو کر کے عزم سفر جائے گا
تجھے ہم تو سانچا سمجھ کر ملے تھے
کہ کوئی بات سانچی بھی کر جائے گا
یہ معلوم ہم کو نہ تھا اس طرح سیں
کہ وعدہ بھی کر کے مکر جائے گا
جو مقبول تیرا ہے سو اس جہاں میں
بغیر از ترے در ، کدھر جائے گا

۱ - اصل : رویا
۲ - اس مصرع میں الف دب گیا ہے۔

نظر آئے گا تو جہاں تک بھی اس کو
ووھیں جائے گا وہ اگر جائے گا
چلے ہو کے ناشاد ہم جس طرح سیں
جہاں سیں نہ کوئی بشر جائے گا
مرے واسطے مت آٹھا ہاتھ زاھد
کہ تیری دعا کا اثر جائے گا
جہاں دار کو پوچھتے کیوں ہو یارو
جہاں سے چلا تھا وہاں جائے گا

(۲۵)

مجھ سے عاشق کے تئیں مار کے کیا پاوے گا
مفت بدنامی تجھے ہووے گی پچھتاوے گا
جو ترا عاشق رفتار ہے جوں نقش قدم
تیرے کوچے کے تئیں چھوڑ کہاں جاوے گا
غیر کے کہنے پر اے یار نہ کہیو ہرگز
یہ سمجھ رکھیو وہ شیطان ہے بھکاوے گا
دھر میں تیرے فریبوں ستی اے شوخ عیار
کم کوئی ہوگا نہ دل جس کا دغا پاوے گا
یار کو طرز جفا سے نہیں رکھنے کا باز
ناصحا ہر گھڑی مجھ کو ہی تو سمجھاوے گا[1]
آشنائی نہ جہاں دار سے توڑ اے پیارے
ایسا عاشق نہ جہاں میں تو کوئی پاوے گا

۱۔ یہ شعر حاشیے پر درج ہے۔

(۲۶)

پاوے گا گھر میں بار جو اک بار بے نوا
ہو جائے گا گلے کا ترے ہار بے نوا
بلبل نوائے نالہ سیتی گل کوئی عزیز
کب ہو سکے ہے تیرا خریدار بے نوا
کیا پوچھتا ہے مجھ کو کہ میں کون ہوں اے شوخ
بے کس ، غریب و غم زدۂ زار ، بے نوا
نکلا [ھی] چاہے نالہ دل چاک سے مرے
ممکن ھی نئیں کہ [بند ھو] منقار [منقار] بینوا
چاھو جو بوسہ لے نہ جہاں‌دار دخل کیا
کچھ بن لیے نہ جاوے گا زنہار بے نوا

(۲۷)

اخفائے رازکرنا [ہے] خوب[2] عاشقی کا
اظہار دوستی میں ہووے زیان جی کا
کرتے تھے راز الفت یہ طفل اشک ظاہر
ہوتا یہی ثمر ہے ناداں کی دوستی کا
۸ب دل جس سے دوستی ہم اک عمر سے تھے رکھتے
آخر کھلا اسی کا احوال دشمنی کا
بولیں جو پیار سے بھی خوباں و[و] اک ستم ہے
لیتا ہے جی ھی آخر یہ بولنا "اجی" کا

---

۱ - نکلا چلا ؟
۲ - اصل : خواب

زلف اس کی تاب رخ سے ہوئی گو بلا یہ کچھ ہے
ہر تار زلف تیرا اک کام رستمی ہے

دیکھے جھلک جو اس کی ہو جاوے پانی پانی
اس رخ سے ہو مقابل منہ دیکھ آرسی کا

ہر عقدہ میں ہزاروں دل باندھ کر رکھے ہے
جلنے کے بعد بھی نئیں جاتا ہے بل رسی کا

تیرا تو جو سخن ہے مصری ہی کی ڈلی ہے
آگے ترے لبوں کے لگتا ہے قند پھیکا

اس جنگ‌جو سے گزرے‌میری یوں‌ہی‌جہان دار
لت جنگ آدھر سے ، یاں سے اظہار دوستی کا

(۲۸)

میں تو سو بار ترے ملنے کو آیا تنہا
لیکن افسوس کبھی تجھ کو نہ پایا تنہا[1]

شرک سے خالی کسی کا نہ نظر آیا دل
وو بڑے ظرف ہیں جن[2] میں تو سمایا تنہا

کس کو دعویٰ‌نہیں الفت کا تری‌عالم میں
عاشقوں میں ترے میں ہی نہ کھایا تنہا

---

۱ - ''عمدۂ کا منتخبہ'' میں صرف یہ شعر ہے - باقی اشعار ''تذکرہ ہندی'' سے لیے گئے ہیں - بعض شعر ''مجمع الانتخاب'' اور آخری شعر ''طبقات الشعراے ہند'' (کریم‌الدین) میں بھی ہے -

۲ - ''مجمع الا نتخاب'' : جس کا

بند کاکل میں ترے جی بھی ہمارا ہے اسیر
دام میں زلف کے دل ہی نہ پھنسایا تنہا

کل جہاں دار ہم اور یار تھے ٹک مل بیٹھے
بخت ناساز نے پھر آج بٹھایا تنہا

ردیف ب

(۱)

ستایا تونے دل کو بے وفا خوب
سمجھ لوں‌گا کبھی میں بھی بھلا خوب

طلب پر ایک ہی بوسے کی بگڑے
توقع اور کیا ہو واہ وا خوب

دکھائی نرگس فتاں نے اس کے
ہمارے دل کے لینے کو ادا خوب

بسان آینہ آنکھوں میں سب کے
لگے ہے حسن کا اس کے صفا خوب

لبالب ہے ترے شکوہ سے یہ دل
کروں کیا آہ نئیں کرنا گلا خوب

ترے بیمار لب کے تئیں جو دیکھا
مسیحا کی نہیں کرتی دوا خوب

جہاں‌دار اپنے سے بے جرم و تقصیر
بگڑ جاتے ہو خوباں تم بھی کیا خوب

ردیف ت

(۱)

و الف نہیں یہ نالۂ زار محبت
کھٹکتا دل میں ہے خار محبت

شفا ممکن ہے ہو رنجور کے تئیں
نہیں بچتا سو بیمار محبت

نہ ہوں کس طرح سے ہم واجب القتل
کہ تیرے ہیں گنہ‌گار محبت

ہوں میں مایوس اپنی زندگی سے
ہوا ہے جب سے آزار محبت

لیے پھرتے ہیں جنس داغ دل ہم
جو کوئی ہووے خریدار محبت

لگا شمشیر ابرو مجھ پہ کسنے
کیا جب میں نے اظہار محبت

سر اپنا کاٹ کر رکھ لے سر دست
کرے تیرا جو اقرار محبت

گوائی جان شیریں مثل فرہاد
اٹھا جس نے لیا بار محبت

اسیر دام کاکل ہے مرا دل
یہ ہے مرغ گرفتار محبت

دل پر داغ کی میرے سمجھ قدر
ہے اے لو خط یہ طومار محبت

سرشک آنکھوں میں، رنگ چہرے ہے زرد
کرے ہے اس پہ انکار محبت
عیاں ہے میری صورت سے جہاں دار
نشان عشق و آزار محبت

(۲)

غیر ٹھہرے ترے غمخوار خدا کی قدرت
ہم ہوئے داخل اغیار خدا کی قدرت
کرتے پھرتے ہیں جو رسوا تجھے گھر گھر پیارے
انہیں سے رکھتا ہے تو پیار خدا کی قدرت
شیخ نے جاکے کیا بت‌کدہ میں اے یارو
رشتۂ سبحہ کو زنار خدا کی قدرت
نہ لیا بوسہ ہی نے[۱] ہاتھ لگایا تجھ کو
ہم ہوئے مفت گنہ‌گار خدا کی قدرت
یا تو آرام تھا تیرے تئیں دیکھے سے مرے
یا ہو اب شکل سے بیزار خدا کی قدرت
باغباں تھا جو میں اس حسن کے گلشن کا کل
ٹھہرا نظروں میں تری خار خدا کی قدرت
غیر کی طرف دو ابرو کے اشارے اور ایدھر
دم بہ دم کھینچے ہے تلوار خدا کی قدرت
اے صنم میں تو ترا عاشق دیرینہ تھا
سو مجھی سے تجھے ہے عار خدا کی قدرت
غیر حاضر رہیں مجلس میں تری شام و سحر
دخل پاوے نہ جہاں دار خدا کی قدرت

۱ - اصل : نہ

(٣)

مجھ کو روتے ھی زار گزری رات
گھر میں آیا نہ یار ، گزری رات

غیر کو دیکھ رشک گل تجھ پاس
چبھتے آنکھوں میں خار گزری رات

شام تا صبح مجھ کو آنکھوں میں
مثل اختر شمار گزری رات

شمع رو بن ترپے تڑپھتے دیں
ھم کو پروانہ وار گزری رات

تو جو گھر غیر کے رہا مجھ کوں
بہ غم و اضطرار گزری رات

مجھ کو مت پوچھ کیوں کے تجھ بن آہ
اے تغافل شعار گزری رات

گاہ زاری تھا گاہ نالہ تھا
الغرض بے قرار گزری رات

١٠ الف وعدۂ شب جو کر گیا مجھ سے
کرکے ھی انتظار گزری رات

اس جہاں دار پر بہ درد و غم
تجھ بن اے غم‌گسار گزری رات

ردیف ث

(۱)

آگے کرتے تھے پیار ، کیا باعث
اب سمجھتے ہو خار ، کیا باعث

دل جو ہے بےقرار ، کیا باعث
دیدہ ہے اشکبار ، کیا باعث

آج جو آپھی آپ جی کو مرے
ہے نپٹ اضطرار ، کیا باعث

تم جو یوں پھوٹ پھوٹ[1] روتی ہو
اے مری چشم زار ، کیا باعث

میرے ملنے سے اس قدر غفلت
اے تغافل شعار کیا باعث

اب تو میری طرف کو مدت سے
نہیں کرتے گزار ، کیا باعث

منہ لگا کر ہمارے تئیں پیارے
ہوئے بے اعتبار کیا باعث

یہ جہاں دار تجھ پہ یوں عاشق
ہوا بے اختیار ، کیا با[عث[2]]

---

۱ - پہلے مصرعے میں روتے اور دوسرے میں مرے بھی ہوسکتا ہے - چشم اس زمانے میں مذکر بھی استعمال ہوتا تھا - دوسرے مقامات پر چشم جہاں دار نے مؤنث باندھا ہے اس لیے متن کی قرأت کو ترجیح دی گئی ہے -

۲ - یہ شعر حاشیے پر درج ہے -

(۲)

مت آ بھویں چڑھا[۱] کے اے پیارے عبث عبث
کئی بے گناہ جائیں گے مارے عبث عبث
تقصیر ہم سے ایسی تو صادر نہیں ہوئی
جو بیٹھتے ہو ہم سے کنارے عبث عبث
غیروں کے پاس یوں ہمیں دکھلا کے بیٹھنا
اور ہم کو دور ہی سے اشارے عبث عبث
مجلس میں اس کی ہوتی ہے کب بار مجھ کو آہ
جاتے ہیں روز ہم تو بچارے عبث عبث
میں جانتا ہوں سب تری وعدہ‌خلافیاں
تو دے ہے میرے دل کو سہارے عبث عبث
۱۰ ب میں نے کہا جو تو ہے جہاں دار سے خفا
کیوں اس کو دور سے ہے پکارے عبث عبث
کہنے لگا کہ کیا تجھے شیطان ہے لگا
چل دور ہو بس اب نہ پکارے عبث عبث

ردیف ج

(۱)

یوں جو الطاف کر رہا ہے آج
کیا ترے دل میں آگیا ہے آج
تو جو گھر میرے آج آیا ہے
ہم پہ کچھ مہرباں خدا ہے آج

---
۱ - اصل : چڑا

ہم سے جو تو تپاک کرتا ہے
شعلہ خو کچھ نہ کچھ دغا ہے آج
گل ملا جا کے غیر سے تو گلے
تجھ سے مجھ کو یہی گلا ہے آج
ہیں نگاریں جو تیرے دست و پا
رشک گل کس کا خوں ملا ہے آج
اے جہاں‌دار اس جفا جو سے
قصد اظہار مدعا ہے آج

ردیف چ

(۱)

دیکھا عذار یار جو اک دن چمن کے بیچ ۲۷۰
لگ گئی ہے آگ لالہ کے سارے بدن کے بیچ[۱]
ڈھونڈے نہ پائیے گا تری زلف کی سی بو
کیجے گا گر سراغ ختا و ختن کے بیچ
تجھ لعل‌لب کے غنچہ‌کاجب لوں ہوں بوسہ میں
آتی ہے بوئے گل چلی تیرے دھن کے بیچ
مجھ دل میں ہے جو بت کی پرستش کی آرزو
دیکھی نہیں وہ آج تلک برہمن کے بیچ

۱۔ ''عمدۂ منتخبہ'' میں یوں ہے :
پوشاک سرخ یار جو دیکھی چمن کے بیچ
——————— پیاری بدن کے بیچ

فصل بہار میں مرے دست جنوں نے آہ
ثابت رکھا نہ تار کوئی پیرہن کے بیچ
۱۱ الف جب تجھ کو دیکھیے تو ہم آغوش ہو جیے
یہ آرزو رهی هے سدا اپنے من کے بیچ
پاوے نہ در پہ تیرے جہاں دار بار اور
پہنچے رقیب هائے تری انجمن کے بیچ

ردیف ح

(۱)

تنہا نہ مہر میں هے رخ یار کی طرح
مہ میں تمام اس کے هے رخسار کی طرح
حیران ایسے[1] ائیں ہوئی آنکھوں کو اس کی دیکھ
نرگس چمن میں رهتی هے بیمار کی طرح
میں من کے جو قیاس کیا وہ دهان تنگ
خنداں تو هے پہ خندۂ سوفار کی طرح
سینہ سپر هوں بوالہوساں کب کہ یار کے
پیوستہ ابرو لڑتے هیں تلوار کی طرح
رکھیو حذر اے دل کہ مجھے آج بے طرح
آتی نظر هے شوخ دل آزار کی طرح
اغیار اس کی بزم میں هیں ، او[ر] در پر آہ
هم هیں[2] پڑے رهیں گے گنہہ گار کی طرح

---
۱ - ایسے ؟ ایسی ؟
۲ - هیں : هی

کہتے تھے قیس [و] وامق و فرہاد واہ وا[1]
کوئی عاشقی کرے تو جہاں دار کی طرح

ردیف خ

(۱)

نگاہ ناز سے دل لے گیا شوخ
غرض دکھلا گیا زوری ادا شوخ

نہ ہوں بیگانہ کیوں کر آپ سے میں
ملا ہے مجھ کو یارو آشنا شوخ

کریں ہیں قتل پل میں جس کو چاہیں
تری آنکھیں ہیں اے ظالم بلا شوخ

نہ کہنے پاؤں میں تو درد دل کچھ
کرے ہے آپ ہی مجھ سے گلا شوخ

چبھیں ہیں جوں سناں عاشق کے دل میں
مژہ اس شوخ کی [ہیں] فتنہ زا شوخ

طرح آئینہ کی ہوں چشم وا میں
کہ تو دیدار اپنا دے دکھا[2] شوخ

جہاں دار اپنے سے بے جرم و تقصیر
ہوا کس بات پر اب تو خفا شوخ

---

۱ - اصل : ''کل واہ وا'' سے مصرع ساقط الوزن ہوتا تھا اس لیے 'کل' حذف کر دیا ہے ۔
۲ - اصل دیکھا ۔

ردیف د

(۱)

در په تیرے پکار کی فریاد
سمع[1] تو نے نه یار کی فریاد

نہیں سنتا ہے لالہ رو میرا
اس دل داغ دار کی فریاد

آه سنتا هے کب وه رشک بہار
هم نے گو اب هزار کی فریاد

دیکھ اس رشک گل کو جوں بلبل
میں نے بے اختیار کی فریاد

هجر میں تیرے میری آنکھوں نے
رو رو جیوں آبشار ، کی فریاد

روز سنتے هیں هم خزاں میں آه
بلبلوں سے بہار کی فریاد

شرر گرم عشق پر جل کے
دل نے اسپندوار کی فریاد

کون سنتا هے کس سے جا کہیے
اس دل بے قرار کی فریاد

نالۂ زار کو مرے سن کر
نے نیں[2] هو دل فگار کی فریاد

---

۱ - اصل : شمع
۲ - 'نے' — جدید املا

راہ الفت میں میں نے ہو دل چاک
جیوں جرس بار بار کی فریاد

گل نے بلبل کی سن لی، سن تو بھی
اپنے مہجور زار کی فریاد

۲ ۱ الف نہ کی حلق بریدہ نے میرے
خنجر آب دار کی فریاد

ہو گیا خاک پر کسی سے نہ کی
میں نے اس شہسوار کی فریاد

کیا جہاں‌دار عرض کرتا ہے
سنیو اس خاکسار کی فریاد

(۲)

تیری مژگاں ہیں دار کی مانند[1]
اور بھویں ذوالفقار کی مانند

سرو اس قد کے آگے اے قمری
ہے کھڑا چوب دار کی مانند

گل لالہ نہ ہو سکے میرے
سینۂ داغ دار کی مانند

تیری فرقت میں اے صنم میرے
دیدہ ہیں جوئبار کی مانند

---

۱ - دسویں شعر سے ثابت ہے کہ جہاں دار نے مانند کو اس غزل میں مؤنث باندھا ہے - قدیم شعرا مثلاً ولی نے بھی مانند کو ہمیشہ مذکر باندھا ہے - (دیکھیے "کلیات ولی" صفحہ ۷۷ تا ۷۸ غزل نمبر ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷) لکھنؤ کے شعرا بھی اسے مذکر لکھتے ہیں ("مفید الشعراء" صفحہ ۲۷)

عقدۂ دل مرے میں عقدہ آہ
ہیں ہزاروں انار کی مانند

نہیں گلشن میں کوئی گل میرے
دل و جان فگار کی مانند

تیری دوری میں جاری رہتی ہیں
میری چشم آبشار کی مانند

تیری نازک تنی کے آگے گل
ہم کو لگتا ہے خار کی مانند

گل کو کیوں کرنہ سرچڑھاؤں میں
کہ وہ لگتا ہے یار کی مانند

برق نظروں میں کیوں بھلی نہ لگے
ہے دل بےقرار کی مانند

تیرے رخسار خوب سے گل نے
گو کہ پیدا ہزار کی ، مانند

۱۲ب پر کہاتو یہ اس میں رنگ کہاں
اے سراپا بہار کی مانند

مہرۂ مار اس کا ہے ہر پیچ
زلف تیری ہے مار کی مانند

دل جہاں دار مثل گلخن ہے
آہ ہے واں شرار کی مانند

ردیف ر

(۱)

ہمارے شور نے نالے کے جاکر
فلک کے گوش کے تئیں کردیا کر

ھوا تو بھی نہ رام اے بت تو ہم سے
پرستش ہم نے کی تجھ کو خدا کر

جھٹک دامن غضب سے تم چلے گئے
ھمیں حسرت کی آتش میں جلا کر

تری بے گانگی ظاھر ھوئی اب
ملے تو تجھ سے تھے ھم آشنا کر

ھمیں در پردہ دے ھے گالیاں تو
رقیب روسیہ کے تئیں سنا کر

لگاویں اور ھی دل‌بر سوں جا دل
یہ جی میں ھے کہ تجھ سے دل اٹھا کر

جہاں دار اس کو دیکھ اب بھولے سب زھد
بہت مشہور تھے تم پارسا کر

(۲)

ھو چمن میں اگر وہ رشک بہار
لگے بلبل کی نظروں میں گل خار

بات کہتے ھی تو تو اے پیارے
شکل سے میری ھوگیا بیزار

اب کہاں تک تجھے مناووں میں
دن میں [تو] روٹھتا ہے سو سو بار
۱۳ الف تیری کیا کی ہے اے میاں تقصیر
ہم پہ' جو کھینچتا ہے تو تلوار
شیخ نے میکدہ میں جا کر آج
رشتۂ سبحہ کو کیا گل تار'
عیش کونین سے کنارہ کروں
ہو میسر ترا جو بوس و کنار
اے جہاں دار تیرے دشمن کو
دیکھ تو کیا ہی آ گیا ادبار

(۳)

اپنے قاتل کا میں کس طرح نہ ہوں دامن گیر
روز محشر تئیں لازم ہے رہوں دامن گیر
دور دامن پہ تری سرخ یہ سنجاف نہیں
ہو رہا ہے کسی مقتول کا خوں دامن گیر
اپنے مقتولوں کے مشہد پہ اے ظالم نہ گذر
کسی کی خاک نہو جاوے کہوں' دامن گیر
طفل گھیرے ترے دیوانہ کو ہیں شہر میں اور
ہے ہر اک خار بہ وادیٔ جنوں' دامن گیر

---

۱ - اصل : پر
۲ - اصل : گل زنار
۳ - اصل : خوجوں
۴ - کہوں : کہیں ؟ کبھوں ؟

مرا سایہ بھی بھٹک سکتا نہیں تیرے گرد
کس طرح آپ کو تیرا کروں میں دامن گیر

دوں پرستی سے تری چھو نہ سکوں دامن کو
رہے کوچے میں ترے ہر سگ دوں دامن گیر

مرگ ہے خس[1] کی، جہاں دار جو لے دامن برق
اُس کا میرؔ ناتواں کس طرح سے ہوں دامن گیر

(۴)

کیا کیا بلائیں لائیں گے کس کس کی جان پر ۳۴۰
اس طرح زلف آ رہی ہے تیرے کان پر[2]

سرخیٔ پان لب مسی[3] آلودہ پر ہے یوں
جیسے کہ ہو بہار شفق آسمان پر

۱۳ ب طوفان گریہ سے مری مژگاں کا ہے وہ حال
خس[4] جس طرح سے بہتا ہے[5] آب روان پر

یہ میں ہوں، یہ رقیب ہے، یہ تو، یہ تیغ ہے
آ جاوے کاش طبع تری امتحان پر

کر بیٹھا دل حوالے میں اُس جنگ جو کے آہ
کچھ دھیان مجھ کو آیا نہ سود و زیان پر

---

۱ - اصل : جس
۲ - ''طبقات الشعرا'' (شوق) میں یہ شعر یوں ہے :
کیا کیا بلائیں لائیں گی کس کس کی جان پر
زلفیں یہ اس طرح ہیں پڑی تیرے کان پر
۳ - مسی بدون تشدید باندھ رہے ہیں -
۴ - اصل : جس
۵ - اصل : تے بہتا ، بہتا ہو ؟

سو سو طرح کے ہم نے سہے تیرے ظلم و جور
آیا نہیں گلہ کبھی اپنی زبان پر
افسانہ عشق کا اے جہاں دار اپنا میں
چھوڑوں گا مثل قصۂ مجنوں جہان پر

(۵)

دیکھو تو میرے نالہ و آہ و فغاں کی اور
ہاں اس کڑک سے جاوے ہے کب آسماں کی اور
مسجد کو چھوڑ آئے کلیسائیاں کی اور
چھوڑا نواح کعبہ چلے ہم بتاں کی اور
زاہد ترے کمال پہ ماریں ہیں پشت پا
لائے فرو سر اپنا جو پیر مغاں کی اور
سکھ نیند بے خودی کی آسے ترت آگئی
لا گا جو گوش ٹک بھی مری داستاں کی اور
ٹکڑے جگر کے بہہ چلے ہمراہ سیل اشک
لاتا ہے کھینچ خار و خس آب رواں کی اور
ظالم سلاح[۱] باندھ کے آنا بہ قصد قتل
کیا ہے ضرور ، اپنے کسی نیم جاں کی اور
کچھ کم نہیں تری نگہ و آبرو و مژہ
مت ہاتھ لا تو خنجر و تیغ و سناں کی اور
تیری نگاہ مہر نے مجھ سے وہ کچھ کیا
جو کچھ کہ چشم ماہ کرے ہے کتاں کی اور

۱ - اصل : صلاح

اُن انکھڑیوں کی پتلیوں سے آنکھ جا لگی
جا پھرتی[1] نئیں نگاہ اب ان ابرواں کی اور

۴۱ الف
مصرع یہ اپنا آیا جہاں دار ہم کو یاد
چھوڑا نواح کعبہ چلے ہم بتاں کی اور

ردیف س

(۱)
جوں حباب آنکھ کھول [کر] افسوس
ہاتھ آیا نہ کچھ مگر افسوس

اس نے دیکھا نہ یک نظر افسوس
میں رہا آہ چشم تر افسوس

کف افسوس ملنے کی فرصت
ہم نے پائی نہ جوں شرر افسوس

صندلی رنگ تو بہت دیکھا
گیا میرا نہ درد سر افسوس

شمع ساں اشک و آہ سے میرے
نہ گئی سوزش جگر افسوس

ہم نے ڈھونڈا بہت پہ یک سرمو
نظر آیا نہ وہ مگر افسوس

آہ صیاد نے ہمیں چھوڑا
نہ رہے جب کہ[2] بال و پر افسوس

---

۱ - پھرتی ؟ ٹھیرتی (بروزن ٹھرتی) ؟ بھڑتی ؟
۲ - اصل : کے

نہ رہی ہم کو طاقت پرواز
ناتواں اب ہیں اس قدر افسوس

کیامیں جھینکوں[۱] جواب نامہ کو
نامہ بر کی بھی نئیں خبر افسوس

اے جہاں دار اس گلی سے مرا
نامہ آیا نہ نامہ بر ، افسوس

(۲)

حاشیه اگرچہ تو تو زمانے میں ایک، یار ہے [بس]
۲ ۱الف ولے یہ غم زدہ تیرا بھی ایک زار ہے بس

نہ کر کلام تو دعوی میں عشق کے بلبل
ہر ایک بات کا تیرا جواب ہزار ہے بس

اب آئے جو [بھی] ہے منظور نظریں پتھرائیں
پھر ایک پل میں توہم نئیں ہیں انتظار ہے بس[۲]

ہے طرح اور سے لگ چلنے کی بھی مجھ میں ولے
یہ بے طرح ہے کہ تو ایک طرح دار ہے بس

یہ شرط عشق ہے مرنے میں دم نہ مارے کوئی
مسکتے کو کہے قاتل یہی قرار ہے بس

مجھے [ان اشکوں سے آہوں؟] سے کچھ نہیں حاصل
مگر یہی کہیں پانی کہیں شرار ہے بس

---

۱ - اصل : جھہس کوں
۲ - نسخے میں یہ جگہ خالی ہے

جھڑیں ہیں تیری شباہت سے گل اور خجلت سے
گڑیں[1] سرو زمیں میں [کہ] شرم سار ہے [بس]
نہ چھیڑیو تو ذرا میرے طفل اشک کے تئیں
ابھی نکل چلے گا حد سے زیادہ خوار ہے [بس]
جہاں اگر ہو موافق مراد پر تو کیا
اگرچو تو ہو جہاں‌دار غم گسار ہے بس

ردیف ش

(۱)

صنم کو دیکھتے[2] ہی اڑ گیا ہوش
گیا میرا کہاں اب اے خدا ہوش
اٹھاوے اپنے چہرے سے جو برقع
کسی کے رہ سکیں ہیں پھر بجا ہوش
۱۴ ب ہے جب سے دیکھا وہ غارت گر عقل
سمجھتے[3] ہم نہیں ہوتا ہے کیا ہوش
ملا ہے وہ وفا بیگانہ جب سے
رہا نئیں مجھ سے اصلا آشنا ہوش
گنوایا عشق میں تیرے میں کیا کیا
شکیب و صبر و دین و دل لگا ہوش

۱۔ گڑے ؟
۲۔ اصل : دیکھ تے
۳۔ اصل : سمجھ تے

کہوں کیا نرگس فتاں نے اُس کے
لیا کس طرح مجھ دل سے چھنا ہوش
خرام ناز سے اُس سرو قد نے
دیا قمری کا گلشن میں بھلا ہوش
نگاہ ناز میں اُس نازنیں کے
چھنایا دل مرا اور لے لیا ہوش
بہت نازاں تھا اپنی عقل پر تو
جہاں دار آج تیرا کیا ہوا ہوش

ردیف ظ

(۱)

ظلم سے اپنے کیا ہے تو محظوظ ٣٨٥
کھینچ تیغ جفا ہے تو محظوظ
ہم تڑپھتے ہیں تیری فرقت میں
غیر سے ہو رہا ہے تو محظوظ
اپنی بیگانگی کی وضعوں سے
بت نا آشنا ہے تو محظوظ
غیر کے شکوہ سے خفا ہو یہی
سن کے میرا گلا ہے تو' محظوظ

---

۱ - اصل : تو ہے

ہے جہاں دار سے خفا ہر آن
مدعی سے سدا ہے تو محظوظ

ردیف غ

(۱)

ہیں بسکہ جزو تن مرے طاؤس وار داغ
رکھتا ہے ایک ایک عجب ہی بہار داغ

جب ہے گلے ملا نہیں مجھ سے وہ رشک گل
آغوش دل سے میرے ہے نت ہم‌کنار داغ

شعلہ کو تیرے حسن کے ، مجلس میں دیکھ کر
چھاتی پہ شمع کھانے لگی بار بار داغ

سوز جنوں نے میرے ہے مجھ کو جلا دیا
خوش طالعی سے اپنی ہوں مثل چنار داغ

رعنائی تیری دیکھ کے اے سرو باغ حسن
جوں لالہ دل پہ کھاتے ہیں اب[۱] گل‌عذار داغ

پیارے تجھے بھی سیر جو منظور ہو تو دیکھ
امڈے ہیں میرے سینہ سے جوں لالہ زار داغ

آتش پہ میرے دل کی جہاں دار جوں سپند
چاہوں جو ٹھیرے کر نہیں سکتا قرار داغ

---

۱ - ''گلشن ہند'' ، ''خمخانۂ جاوید'' : سب

ردیف ف

(۱)

سینۂ پر سوز یک سو ، چشم گریاں یک طرف
دل بچے کیا ؟ یک طرف آتش ہے طوفاں یک طرف

دام سبزے کے سے بچنا طائر دل ہے محال
سبزۂ خط یک طرف ، زلف پریشاں یک طرف

مستعد ہیں اُس بت طناز پر بہر نثار
یک طرف صبرودل‌ودیں، جان و ایماں یک طرف

کس پہ شب خوں مارنے کوں کی صف آرا فوج ناز
یک طرف سیاہی مسی کی ، سرخیٔ پاں یک طرف

پھر بہار آئی جو باہم مستعد جنگ ہیں
یک طرف دست جنوں ، جیب وگریباں یک‌طرف

ٹک سمجھ کرائے جہاں دار آج اس کوچے میں جا
تیغ بر کف ہے وہ یکسو ، اور رقیباں یک طرف

ردیف ک

(۱)

پہنچی ہے درد[۱] ہجر میں آ جان لب تلک
دیکھوں کہ مجھ سے شوخ [وہ] ملتا ہے کب تلک

کب ہم سے آ کے یوں ملے وہ سنگ دل صنم
ڈالے نہ اُس کے دل میں خدا رحم جب تلک

۱ - اصل : داد

جوں شمع دل جلوں[1] کی محبت کی زندگی
بزم جہاں میں خضر ہے نت ، تاب و تب تلک
دل کی صفا[2] کا اپنے کسوئی دیکھا آینہ
دیکھا تمام چین سے لے میں حلب تلک
قاصد مرا پیام یہ جا اُس صنم سے کہہ
آنے کا وعدہ کر کے نہ آیا تو اب تلک
جوں دیدۂ پر آب ترے شوق دیدہ ہوں
جلد آ کہ[3] میری جان تو پہنچی ہے لب تلک
جب تک کہ میری جان تم آؤ گے مجھ تلک
کیا جانیے کہ حال مرا کیا ہو تب تلک
کل کی تو شام صبح ہوئی اس عذاب سے
روز آج کا دکھاوے[4] گا کیا رنج شب تلک
تیرے یہ دل کی آہ جہاں دار دیکھیے
طوفان‌کیاکیا لاوے گی جو پہنچی رب تلک

(۲)

جس کو کہ دسترس ہوئی دامان یار تک
گلشن میں دھر کے وہی پہنچا بہار تک

---

۱ - اصل : جنوں
۲ - صفا ، مؤنث سماعی ہے (''دریاے لطافت'' اردو ترجمہ صفحہ۲۵۲)
۳ - اصل : کے
۴ - اصل : دیکھاویگا

جوں خار اُس سے تو نہیں ہوتے جدا رقیب
مجھ کو رسائی کیوں کہ[1] ہو اُس گل‌عذار تک

ابرو کماں نے وضع نکالی ہے یہ نئی
رہتا ہے تیر غمزہ مرے دل میں مار تک

پیارے کہیں نظر نہ لگے آینہ کے آج
بے طرح تجھ کو رہتا ہے وہ اے نگار تک

غفلت میں تیری کام ہمارا تمام ہے
کوئی کہہ دے اتنا یار تغافل شعار تک

ہم صرف دیکھنے کو ہیں محروم اور ہے
غیروں کو دسترس ترے بوس و کنار تک

۱۶الف ساقی شتاب جام صبوحی پلا مجھے
کیا جانیے بچوں نہ بچوں میں خمار تک

دشمن ہے میری جان کا عالم ترے لیے
یارو کوئی سناؤ یہ اُس دوست‌دار تک

تجھ بزم میں جو بار جہاں دار کو نہیں
رہتا ہے رہ گزر میں تجھے بار بار تک

(۳)

کہاں طالع جو پہنچیں[2] اُس کے در تک
رہیں دور ہی سے ہم اُس کو مگر تک

یہی سوچیں ہیں کچھ ہے بھی کہ یا نئیں
میاں رہتے ہیں ہم تیری کمر تک

---

۱ - اصل کیونکے
۲ - ''مجمع الانتخاب'' : پہنچے

ہے شانہ موشگافی سے ہی دل چاک
جگر گھائل ہیں سب اہل ہنر تک
جو دیکھے ہے تجھے حیراں رہے ہے
رہے ہے آئنہ بھی بیشتر تک
رسائی میرے نالہ اور دعا نے
کہاں پائی اجابت اور اثر تک
مژہ بےلخت دل کس کام کے ہیں
کہ قدر نخل بستاں ہے ثمر تک

قطعہ بند

پہنچنے کی نہ پائی بار میں نے
پیارے جب کہ ٹک بھی تیرے گھر تک
بسان نقش خامش اوفتادہ
رہا ہوں درمیان رہ گزر تک
بجھاوں[1] شمع ساں کیا اب جہاں دار
شرار عشق تو پہنچا جگر تک

ردیف ق

(۱)

مجھ سے رہتا ہے تو خفا ناحق
میں ہوا تجھ سے آشنا ناحق
جان تک تو عزیز تجھ سے نہ کی ١٦ب
مجھ سے کرتا ہے تو گلا ناحق

---
١ - اصل : بجھااون—متن مطابق ''عمدۂ منتخبہ'' و''تذکرۂ ہندی'' ؛ ''مجمع الانتخاب'' : پہنچاؤں

کب کسی سے وفا کی دنیا میں
اس سے اے دل نہ جی لگا ناحق
نہ تلطف، نہ مہر، نہ[1] اشفاق
ہم نے تجھ سے کو دل دیا ناحق
بوالہوس کوچے میں ستمگر کے
سان میرا کہا نہ جا ناحق
جی چھپاتا ترا نہ جائے گا پیش
یاد رکھ جی سے جائے گا ناحق
دی جہاں دار اس نے گالی مجھے
میں نے کی تھی آے دعا ناحق

ردیف ل

(۱)

اشک سان سر پٹک رہا ہے دل
کیا بلا تجھ کو ہوگیا ہے دل
ہو صنم کی جو سامنے صورت
قبلہ کو سجدہ کب روا ہے دل
توڑ مت میرے دل کو اے ظالم
کہتے ہیں خانۂ خدا ہے دل
ہو کے بیگانہ سارے عالم سے
ایک تجھ ہی سے آشنا ہے دل

---

۱ - اصل : نہ

چشم پر خوں کے بحر کا ہم نے
خوب دیکھا تو بلبلا ہے دل
کیوں نہ نالاں ہو، اُس کے پاؤں سے
مثل خلخال بندہ رہا ہے دل
سر کو دے پٹکنے میں مثل اشک
قہر جاں باز ہے بلا ہے دل
ہے پریشان جو اس قدر رہتا
کس کی زلفوں میں جا پھنسا ہے دل
اے الف محتسب میکدہ میں دیکھا آج
تیرے ہاتھوں نہ کوئی بچا ہے دل
شیشہ ٹوٹے ہوئے کی طرح سے آہ
ٹکڑے ٹکڑے ہر ایک کا ہے دل
کیوں جہاں دار مفت کھوتا ہے
دیکھ تو لعل بے بہا ہے دل

ردیف م

(۱)

جب یاد چمن کو ارے صیاد کریں ہم
کیوں کر نہ ترے ہاتھ سے فریاد کریں ہم
پہنچیں گے نہ ہرگز کبھی اُس رشک چمن تک
گو مشت پر اپنے کو بھی برباد کریں ہم

مل سکتے نہیں تجھ سے ، تصور ھی سے تیرے
تسکین دل ناشاد کو دے شاد کریں ھم
دل تڑپھے ھے سینہ میں ٹک آ جلد کہ تجھ پر
اس صید کے تئیں وار کے آزاد کریں ھم
مہماں جو اک شب بھی ھارا ھو تو اے شوخ
اس کلبۂ ویران کو آباد کریں ھم
شیریں‌لبوں کے عشق میں چاھے ھے جہاں دار
اپنے تئیں ھم پیشۂ فرہاد کریں ھم
کہنہ ھوا تھا شیریں و فرہاد کا قصہ
اب اپنی کہانی نئی ایجاد کریں ھم

(۲)

نہ پوچھو[1] دھر میں کیا کر چلے ھم
اسی ھی[2] آرزو میں مر چلے ھم
رھے اک شب جو اس ماتم کدہ میں
بسان شمع رو رو کر چلے ھم[3]
۱۷ب لب خندان گل کا شبنم آسا
تماشا کر بہ چشم تر چلے ھم

---

۱ - اصل : نبوجھے ، متن مطابق ''دیوان جہاں'' صفحہ ۶۱
''گلشن'' صفحہ ۹۰
۲ - ''دیوان جہاں'' : کے ، ''گلشن'' : ھی
۳ - ''دیوان جہاں'' :
رھے در ہر بتاں کے ھم جہاں دار
بسان شمع رو رو کر چلے ھم
''خمخانۂ جاوید'' 'چلے' کی جگہ جلے

ہم آئے تھے تری مجلس میں دل شاد
ولے آزردہ و مضطر چلے ہم
ترا سودائے نو کرنے چمن میں
گرہ میں غنچہ ساں لے کر چلے ہم
قفس میں تڑپھ تڑپھ آخر جہاں میں
بہ شکل طائر بے پر چلے ہم
رہ گرم محبت بیچ جوں شمع
کٹا جوں جوں ہمارا سر، چلے ہم
اکیلے تھے ہم اب اک فوج غم ہے
ترے در سے مع لشکر چلے ہم[1]
نہ تھے جوں گل کبھی اوراق دل جمع
کہ اس گلشن میں کر باتیں چلے ہم
چو دانا دل جہاں کے ہیں جہاں دار
ہر اک کے جی میں رہ گھر کر چلے ہم[2]

قطعہ بند

عجب اس تنگ اور باریک رہ میں
بسان رشتۂ گوہر چلے ہم

---

۱ - یہ اور اگلا شعر صرف ''گلشن'' صفحہ ۹۰ میں ہیں
۲ - ''گلشن'' ؛ ''عشقی'' ؛ ''خمخانۂ جاوید'' :
رہے در پر بتاں کے تم جہاں دار
خدا حافظ تمہارا، گھر چلے ہم

رہے در پر بتاں کے تم جہاں دار
خدا حافظ تمھارا، گھر چلے ہم

(۳)

جب کہ[1] گل گشت چمن کو ناز سے جاتے ہو تم
سرو کے سر پر قیامت باغ میں لاتے ہو تم
اپنے لعل لب کے دکھلا کر تبسم کی بہار
غنچۂ گل کے تئیں شرمندہ کر آتے ہو تم
راہ بینڈے میں جو تم کو گھیر لیتا ہوں کبھی
کچھ نہ کچھ کرکے بہانا بھاگ ہی جاتے ہو تم
ہم کو یہی بولی تمھاری بھا گئی جو ہم کو دیکھ
کہنے لگتے ہو کہ دور ہو ہم کو نئیں بھاتے ہو تم
دل اُڑا لینا مرا منظور گر تم کو نہیں
اس طرف کو بار بار اب کاہے کو آتے ہو تم
۱۸ الف کچھ خدا کا بھی تمھیں ڈر ہے اے سنگیں دل بتاں
کعبۂ دل کو ہمارے کس لیے ڈھاتے ہو تم
دست بردار اس کو کر سکتے نہیں بیداد سے
ناصحو آ آ کے نت مجھ کو ہی سمجھاتے ہو تم
رہتے ہو جا جا کے گھر اغیار کے تم صبح و شام
وعدۂ امروز [و] فردا مجھ کو بتلاتے ہو تم
نئیں حجاب آتا تمھیں ہوتے جہاں سے بے حجاب
اک جہاں دار اپنے کے ملنے سے شرماتے ہو تم

---

۱ - اصل : کے

ردیف ن

(۱)

زلف آغشتہ[1] جو منہ پر یہ صنم رکھتے ہیں
روز اور شب کو بہ اعجاز بہم رکھتے ہیں[2]

ہے دم زیست کی مانند ہمیں ہر دم سے
ساق ہم جب تئیں‌دم اپنے میں دم رکھتے ہیں[3]

ٹھان لیتے ہیں وہ پہلے ہی سر اپنا دینا
تیرے‌کوچے میں جو اے شوخ قدم رکھتے ہیں

بوالہوس تیغ جفا کا ترے روکش کیا ہو
دعوے[4] اب سینہ سپرہونے کے[5] ہم رکھتے ہیں

---

۱ - ''طبقات‌الشعرا'' (شوق) میں آشفتہ ، اور دوسرا مصرع یوں ہے :
روز اور شب کو یہ اغماض بہم رکھتے ہیں

۲ - ''عمدۂ منتخبہ'' :
زلف آمیختہ جو رخ بہ صنم رکھتے ہیں
رات اور دن‌کو بہ اعجاز بہم رکھتے ہیں
''تذکرۂ ہندی''میں پہلا مصرع اسی طرح حاشیے میں ؛ لیکن متن میں آمختہ ۔ دوسرا مصرع مطابق متن بالا ، ''مجمع‌الانتخاب'' مطابق ''تذکرۂ ہندی'' ۔

۳ - یہ شعر ''عمدۂ منتخبہ'' اور ''تذکرۂ ہندی'' میں ہے ۔ ہندی میں تئیں کی جگہ متن میں پیش اور حاشیے میں تئیں ۔

۴ - ''عمدۂ منتخبہ'' : دعویٰ ؛ ''تذکرۂ ہندی'' :
دعویٰ اب سینہ سپر کرنے کا ہم رکھتے ہیں ۔

۵ - ایضاً : کا

یک نظر دیکھ ہی لو ان کو کہ تیرے بیار
جلد قصد سفر راہ عدم رکھتے ہیں
نہ جہاں دار سا پاویں گے جہاں میں عاشق
حیف [ایسے پہ روا آپ ستم][1] رکھتے ہیں

(٢)

جدا ہو تجھ سے صنم سخت بےقرار ہوں میں
یہ دیکھ آینہ ساں چشم انتظار ہوں میں
دل طپیدۂ سوز فراق یار ہوں میں
نہ شعلہ ہوں نہ میں اخگرہوں نے[2] شرارہوں میں
ہزار تجھ پہ جو بلبل نمط نثار[3] ہوں میں
اے رشک گل تری نظروں میں تو بھی خار ہوں
خزاں میں جس نے نہ دیکھی بہار آ دیکھے
جگر کے داغوں سے اب رشک لالہ زار ہوں میں
١٨ ب کسی کا نکلا نہ جی سوز دل پہ میرے آہ
گداز سر سے قدم تک تو شمع وار ہوں میں
بسا ہے میرا سراپا جو عطر فتنہ سے
یہ کس کی نرگس فتان سے دوچار ہوں میں
مہک رہی مری آغوش میں تو بوے گلاب
وہ گل بدن ہے عجب جس سے ہم کنار ہوں میں

---

١ - اصل : حیف...اب ہم رکھتے ہیں ، متن مطابق ”تذکرۂ ہندی“ و ”مجمع الانتخاب“ ۔
٢ - اصل : نہ
٣ - اصل : نسار

ہے جبر مجھ پہ جو کھولوں کسی پہ تجھ بن آنکھ
غرض کہ رکھتا تو اتنا ہی اختیار ہوں میں
نہ جور سے ، فلک حیلہ‌گر سے گھبرا کر
مثال ابر بہاری کے اشک بار ہوں میں[1]
نظر پڑے ہے جو آویزۂ گہر جب سے
صدف سے چشم کی تب سے گہر نثار ہوں میں
نہ پوچھ بن ترے کٹتی ہے کس طرح اوقات
کہ رات دن تو گرفتار اضطرار ہوں میں
بسان رعد خروشاں ہوں دم بہ دم نالاں
طرح سحاب کے نت روتا زار زار ہوں میں
بسان زلف ہر اک شام دل پریشاں ہوں
سحر بہ صورت خط تازہ روزگار ہوں میں
کٹے ہے روز مجھے گنتے دم بہ دم گھڑیاں
جو شب ہو کرتا ستاروں کے تئیں شمار ہوں میں
غرض کہ بن ترے آرام و صبر و تاب نہیں
دلا[3] بغیر تواں جان بے قرار ہوں میں
خبر جو لینی ہو میری شتاب لے اے شوخ
کہ پر ز مے قدح دست رعشہ دار ہوں میں
ہے آفتاب کا سر پر مرے جو پرتو مہر
بسان مہ[2] اے جہاں‌دار آشکار ہوں میں

---

۱ - یہ شعر اور اگلا شعر صرف ''گلشن'' صفحہ ۹۰ پر ہیں -
۲ - گلشن : ماہ ، اے ندارد
۳ - اصل : دل

(۳)

گھڑیاں گنتے ہی جاتی ہیں راتیں
ہجر کی اب [تو] ستاتی ہیں راتیں
کٹتی بوس و کنار میں ہے شب
وصل کی مجھکو بھاتی ہیں راتیں[1]
نہیں لگتی پلک سے میری پلک
دکھ یہ تجھ بن دکھاتی[2] ہیں راتیں
۱۹الف آہ دن ہجر کے ہیں اور ہیں ہم
وصل کی یاد[3] آتی ہیں راتیں
ہے جہاں‌دار وصل خواب و خیال
بات کہتے یہ جاتی ہیں راتیں

(۴)

شگفتہ ہو یہ دل اور ہو گویا گلزار[4] پہلو میں
جو بیٹھے آکے ٹک وہ سرو گل رخسار پہلو میں
بٹھا مت غیر کے تئیں زنہار اے یار پہلو میں
ہزاروں طعنہ دیں گے، ہے یہ گل کے خار پہلو میں
بغیر اُس ماہ رو کے لطف کیا [ہے] بادہ نوشی کا
مئے گل رنگ کا شیشہ لگے ہے خار پہلو میں

---

۱ - اصل : راتے
۲ - اصل : دیکھاتی
۳ - اصل : مجھ کو یاد
۴ - اصل : گلذار

یہ کیا انصاف ہے پیارے کہ اک مدت سے رکھتے ہو
مرے تو نام کی نفرت، اور ہیں[1] اغیار پہلو میں
نہ دے تکلیف گل گشت گل و گلزار اے ہم دم
گلستاں سے نہیں کم یہ دل افگار پہلو میں
لگ لپٹی ہی رہتی ہیں ترے پہلوسے یہ زلفیں
لیے پھرتا ہے اے پیارے کوئی بھی مار پہلو میں
رہے اُس دل ربا کی آنکھ سیدھی کیوں کہ اب ہم سے
کہ دشمن دیدہ ہیں اور دل ہے برہم کار پہلو میں
پڑا رہ[2] تار زلف اُس بت کی گردن میں نہ کیوں کر تب
کہ رہتا[3] ہے برہمن کے سدا زنار پہلو میں
جہاں دار آوے کیوں کر جی کو چین اور نیند آنکھوں میں
کراہے دم بہ دم ہے یہ دل افگار پہلو میں

★

ترے عشق کے جب سے پالے پڑے ہیں
ہمیں اپنے جینے کے لالے پڑے ہیں[4]

---

۱ - اصل : اور ہیں اور
۲ - اصل : رہے
۳ - جہاں دار نے زنار کو بہ خلاف روش دہلی مذکر باندھا ہے ۔
۴ - یہ شعر ''مجموعۂ نغز'' اور ''طبقات شعرائے ہند'' (کریم الدین) ''خمخانۂ جاوید'' اور ''بزم تیموریہ'' میں ہے ۔ ''بزم تیموریہ''میں یہ شعر بھی ہے :
پھرے ڈھونڈتے پا برہنہ تجھے
یہاں تک کہ پاؤں میں چھالے پڑے ہیں

ردیف و

(۱)

دکھا[1] غیروں کو گر یاں آئے گا تو
ہمیں پھر گالیاں سنوائے گا تو
اُسے بھی ناصحا سمجھائے گا تو
مرا ہی مغز بک بک کھائے گا تو
۱۹ب خراماں گر چمن میں جائے گا تو
قیامت سرو کے سر لائے گا[2] تو
نگاہ ناز و انداز و ادا سے
مرا دل کب تئیں بہلائے گا تو
بے[3] جانوں ہوں کہ جب دل لے گیا تب
کبھی صورت نہیں دکھلائے گا تو
ہمیشہ آج کی کل، کل کی پرسوں
کہاں تک میرے تئیں بتلائے گا تو
میاں اتنی بھی کیا وعدہ خلافی
کبھی گھر بھی ہمارے آئے گا تو
خدا سے ڈر صنم ہر روز کب تک
ہزاروں قسمیں جھوٹی کھائے گا تو
ہمیں اب اور ہوگی کیا توقع
جو اب بوسہ ہی سے شرمائے گا تو

---

۱ - اصل: دیکھا
۲ - اصل: لاوے گا
۳ - = یہ

اشارے ابرواں کے ہیں یہ بے طرح
کہیں تلوار یاں چلوائے گا تو
دل اب تو بے وفا خوباں کو دے ہے
جہاں دار ایک دن پچھتائے گا تو

(۲)

آج تم ناز دکھاتے ہو یہ کس کو ، ہم کو
اس طرح سے جو لبھاتے[۱] ہو یہ کس کو، ہم کو
سب سمجھتے ہیں مری جان نہیں ہم ناداں
گالیاں آج سناتے ہو یہ کس کو ، ہم کو
غیر ایسا نہیں جو عذر تمہارا مانے
نت بہانے یہ بتاتے ہو یہ کس کو ، ہم کو
چشم پر غصہ ہیں، تیور چڑھے ہوئے تیغ بکف
ہم سمجھتے ہیں ڈراتے ہو یہ کس کو ، ہم کو
روز اک اور ہے سج دل کے لبھانے کے لیے
دور سے آ کے دکھاتے[۲] ہو یہ کس کو ، ہم کو
ہم کو دکھلا کے جو کرتے ہو رقیبوں سے تپاک ۲۰الف
ہم بھی جانے[۳] ہیں جلاتے ہو یہ کس کو، ہم کو
رکھ کے اغیار پہ اور لے کے جہاں دار کا نام
اپنے کوچے سے اُٹھاتے ہو یہ کس کو، ہم کو

---

۱ - اصل : لوبھاتے
۲ - اصل : دیکھاتے
۳ - جانیں

(۳)

میری جو چشم زار ہیں دونو
لت ترے انتظار ہیں دونو

رات دن ہجر میں ترے میرے
دل و جاں بے قرار ہیں دونو

چشم عشاق تیرے دیکھنے کو
محو آئینہ وار ہیں دونو

سرو قد پر ترے ہم اور قمری
جان و دل سے نثار ہیں دونو

تیرے رخسار میری نظروں میں
رشک باغ و بہار ہیں دونو

قتل عشاق کو ترے ابرو
خنجر آبدار ہیں دونو

اے جہاں دار زہد اور تقویٰ
عشق میں ناگوار ہیں دونو

★

یا الٰہی ایک ایسی [بھی] تو کوئی رات ہو
چاندنی ہو ، یار ہووے اور گلے میں ہات ہو[1]

★

آخر گل اپنے صرف در میکدہ ہوئے
پہنچے وہاں ہی خاک جہاں کا خمیر ہو[2]

---

۱ - یہ شعر صرف ''عمدۂ منتخبہ'' میں ہے

۲ - یہ شعر'' گلشن بے خار''اور''طبقات شعرائے ہند''(کریم الدین) اور ''خمخانۂ جاوید'' میں ہے اور پہلا مصرع یوں ہے :

آخر گل اپنی صرف در میکدہ ہوئی

ردیف ہ

(۱)

دیکھ تیرا جمال کچھ کا کچھ
دل میں آیا خیال کچھ کا کچھ

آج لگتا ہے میری آنکھوں میں
وہ مرا نونہال کچھ کا کچھ

دیکھ اُس من ہرن[کی] آنکھوں کو
ہو گیا اُس کا حال کچھ کا کچھ

خطپہ اُس کےتو تھی کچھ اور ھی بہار
ہے فریبندہ خال کچھ کا کچھ

۲۰ ب ہے ترقی میں اُس خوش ابرو کا ۵۳۵
حسن مثل ھلال کچھ کا کچھ

حال دکھلاتے[1] ھیں زمانے کا
گردش ماہ و سال کچھ کا کچھ

اے جہاں‌دار مشق شعر میں اب
تو نے پایا کمال کچھ کا کچھ

✶

کب وہ کرتا ہے مری اور ، جفا کیش نگاہ
میں تو ہر چند پکارا ھی کیا پیش نگاہ[2]

---

۱ - اصل : دیکھلاتے
۲ - ''طبقات‌الشعراء'' (قدرت‌اللہ شوق) سے یہ شعر لیا گیا ہے

ردیف ی

(۱)

قسمت کو اپنے لکھے کے تئیں کون دھو سکے
سب ہو سکے ولیک یہ اتنا نہ ہو سکے
پھولوں کی سیج اُس کے لیے فرش خار ہے ۵۵۵
تجھ بن کسی طرح ترا عاشق نہ سو سکے
تجھ بن نہ کر سکے مئے عشرت سے حلق تر
خون ناب غم سے لب ترا عاشق نہ ہو سکے
گر چاہے گلشن دل پر داغ کی بہار
تو تخم اشک جتنے کہ اے دیدہ بو سکے
دیکھا اثر تمھارا بھی اے چشم اشک بار
کچھ کر سکے نہ اُس کا ، گھر اپنا ڈبو سکے
دل کی ہوس نکال لیں آہ و فغاں بھی آپ
یہ بھی نہ درگزر کریں جو اُن سے ہو سکے
تئیں جان و دل کے کھونے جہاں دار کو دریغ
یاد اُس کی پر نہ جان و دل اپنے سے کھو سکے[1]

(۲)

یار کے بن بہار کیا کیجے
گل نہ ہووے تو خار کیا کیجے
کام میرا تو ہو چلا آخر
اے مرے کردگار، کیا کیجے

---

۱ - اس غزل کے شعر ۱ - ۲ - ۵ قلمی نسخے کے ورق ۲۶ الف اور ب پر دوبارہ بدون تغیر درج ہیں ۔

کوئی وعدہ وفا نہیں کرتا
وہ تغافل شعار ، کیا کیجے

۲۱الف مثل آئینہ خود نما میرا
سب سے ہو ہے دوچار ، کیا کیجے

سوز دل میرا مجھ کو دے ہے جلا
آہ مثل چنار ، کیا کیجے

عشق نے کر دیا مجھے مجبور
اب نہیں اختیار کیا کیجے

مثل زلف بتاں فسانۂ دل
ہے طویل ، اختصار کیا کیجے

گزری جو دل پہ میرے ہو گزری
اُس کا اب اشتہار کیا کیجے

دل تو گلچیں ہے تیرے گلشن کا
لے کے گل رو ہزار کیا کیجے

وہ تو آتا نہیں ہے میرے پاس
اے دل بے قرار کیا کیجے

بے طرح ہے مجھے یہ مشکل عشق
صاحب ذوالفقار کیا ، کیجے

اے جہاں‌دار سب جہاں ڈھونڈا
نئیں کوئی غم‌گسار ، کیا کیجے

(۳)

جوں حباب ایک ہے ہوا باق
ورنہ مجھ میں نہیں رہا باق

آہ میں جاں بلب ہوں شمع سحر
میرے جی جانے میں ہے کیا باق

آ چکا گرچہ روے یار پہ خط
ہے وہی ناز اور ادا باق

چاہتا ہے سو کر لے اے ظالم
جو کہ ہے تیرا مدعا باق

کیجیو مت دریغ ہم سے تو
اور بھی کچھ ہو گر جفا باق

۲۱ ب ہم اغیار سے نہیں کھٹکا
یار سے مجھ کو ہے گلا باق

چاہوں گا اس صنم کے ظلم کی داد
جب نہ کوئی ہوگا جز خدا باق

تجھ بن اے باعث حیات مرے
زندگی[۱] کا نہیں مزا باق

آ چکا ہوں میں بس میں قاتل کے
قتل میرے میں کیا رہا باق

خوں سے میرے ابھی تلک اس کو
ہے نکالے رہی حنا باق

---

۱ - اصل : زندہ‌گی

تیرے بیمار کو جو دے نہ چکے
نہیں دنیا میں کوئی دوا باقی
اپنے عناب لب کا بوسہ دے
اسی شربت پہ ہے شفا باقی
جب سے دیکھا ہے تجھ کو تب سے مجھے
ہے تری یاد دلربا باقی
خواب میں دیکھیں تھیں وہ مست انکھیاں
اب تلک ہے مجھے نشا باقی
مثل نرگس ہے میری آنکھوں میں
نت تصور کی تیرے جا باقی
دل جہاں دار کے میں آکر دیکھ
ابھی داغوں کی ہے فضا باقی

(۴)

یک دوجام اور بھی دے[تو]ساقی
نہ رہے دل میں آرزو باقی
میری تسکیں نہ ہوگی ساغر سے
منہ سے میرے لگا سبو ساقی
رات و دن مے کشوں کو رہتی ہے
تیری ہی یاد و جستجو ساقی
رند مفلس کو دے ہے زیاد شراب ۲۲الف
بھائی مجھ کو تری یہ خو ساقی

آہ تجھ بن ہیں زار و نالاں ہم
بھولی مستی کی ہا[1] ہو ساقی
شیشۂ مے کی طرح سے ہم آج
رکھتے ہیں گریہ در گلو ساقی
کسی کے آگے مثل ساغر ہم
لاتے ہیں دست آرزو ساقی
لاتے ہیں مثل شیشۂ بادہ
تیرے ہی آگے سر فرو ساقی
رو نہیں اس کو بزم مستاں میں
جس کے تئیں تو نہ دیوے رو ساقی
دے جہاں دار کو وہ مے جس کا
ہووے گل کا سا رنگ و بو ساقی

(۵)

جو مر گئے تری چشم سیاہ کے مارے
نہ حشر کو بھی اٹھیں گے نگاہ کے مارے
مثال برگ خزاں صرصر فراق سے آہ
پٹکتے پھرتے ہیں سر ہم تباہ کے مارے
عزیز و دل نہ دو یوسف کی کر کے چاہ [کبھی]
کہ جا کے چاہ میں گرتے ہیں چاہ کے مارے
الٰہی حشر میں آواز صور سن کیوں کر
اٹھوں گا آہ میں بار گناہ کے مارے

---

۱ - اصل: ہاے و ہو

حذر کر آہ دل ناتواں سے اے ظالم
کہ کوہ ٹل گئے ہیں برگ کاہ کے مارے
نہ سمجھیو کہ فلک پر ستارے ہیں روشن
ہیں رخنہ دار مرے تیر آہ کے مارے
بسان نقش قدم تیرے در سے اہل وفا
آٹھائے سر نہیں ہرگز تباہ کے مارے
آجڑ گئے خرد و صبر و ہوش و تاب و تواں
آسی کے ناز و ادا کی سپاہ کے مارے
جہان دل اے جہاں دار ایک دن نہ بسا
جفائے شاہ تغافل شعار کے مارے

(٦)

دل پرستار ہیں سب خلق کے مورت کی تری
دیدہ ہیں قبلہ نما کعبۂ صورت کی تری
غیر کے واسطے پکڑے ہے تو ہر دم سو بار
متحمل نہیں ہم ایسے کدورت کی تری
بوالہوس جان نہیں کھونے کے، خاطر سے تری
ہم ہیں' سر دینے کو ہیں وقت ضرورت کی تری
مصحف حسن ہے لو مکھڑا ترا ہے والشمس
یاد رہتی ہے مجھے نت آسی صورت کی تری
نئیں پرستش سے جہاں دار کی تو خوش ورنہ
دل پرستار ہیں سب خلق کے مورت کی تری

---

۱ - = ہی

(۷)

جو کچھ کیا سو ہم نے کیا اپنی چاہ سے
اب شکوہ کیجیے نہ کچھ اس رشک ماہ سے

عاشق کے روزگار کو اس نے سیہ کیا
کاکل سے ، خط سے ، زلف سے ، خال سیاہ سے

تاب و توان و دین و دل وعقل وصبر وہوش
وہ شوخ مجھ سے لے گیا سب اک نگاہ سے

کی چرخ کج روش نے یہ کیا کج ادائی خرچ
جو ہم کو آشنا کیا اس کجکلاہ سے

کثرت نجوم کی نہ فلک پر یہ سمجھیو
غربال ہوگیا ہے مرے تیر آہ سے

اس شوخ خود پسند سے کوئی پوچھے تو سہی
ثابت ہوا ہے قتل مرا کس گناہ سے

۲۳الف پیارے عبث ہوئے ہو جہان دار سے خفا
بے دل نہ ہو جے ایسے دلی خیر خواہ سے

(۸)

خدا گواہ مرے درد دل کا ہے پیارے
کہ انتظار میں شب گزری گنتے ہی تارے

کوئی تڑپھتا تھا ، کوئی نیم جاں تھا ، کوئی بسمل
اسیر تیری گلی کے نظر پڑے سارے

ہزار حیف کہ دل سے گھر کو یار کے ہات
قمار عشق میں یک بوسہ بدلے ہم ہارے

کرے ہے رخ پہ ترے مہ طباق زر کو نثار
رکابی سیم کی ھی مہر ہر سحر وارے

صبا ھیں ھم وھی گلبرگ اس گلستاں کے
جو شاخ سے نہ اترتا تھا ناز کے مارے

بسان برگ خزاں اب سر اپنا مارتے ھیں
پڑے پھریں ھیں ادھر سے آدھر ھم آوارے

کہیں سو کس سے جہاں دار آس کی نظروں میں
رقیب کام کے ٹھہرے اور ھم ھیں ناکارے

(۹)[۱]

لگ جائے ترا دل بھی کہیں آہ کسی سے
بوجھے تو مرے دل کی طپش اپنے ھی جی سے

کوچے سے ترے مجھ کو ہے دل بستگی یاں تک
آٹھ سکنے کی نئیں نعش مری تیری گلی سے

---

۱ - یہی غزل قلمی نسخے کے صفحہ ۲۶ الف پر درج ہے وھاں شعر ۳،
۵ نہیں ھیں - باقی اشعار اس شکل میں ھیں :

لگ جائے ترا دل ھی کہیں آہ کسی سے
بوجھے تو مرے دل کی طپش اپنے ھی جی سے

کوچے سے ترے مجھ کوں ہے دل بستگی یاں تک
اٹھ سکنے کے نئیں نقش مرے تیری گلی سے

نازک ہے کمر اس کی رگ گل سے زیادہ
ہے تنگ تر اس گل کا دھن گل کی کلی سے

جب دیکھے تو مجھ کوں تو یہ کہتا ہے کہ یارو
عالم میں مجھے کرتیں ھیں بدنام اسی سے

دل دیتے تو دے بیٹھا ہے اس غنچہ دھن کو
آیا ہے جہاں دار یہ کیا تنگ ابھی سے

کرتا ہوں ہزار اپنا میں عرض آس سے یہ احوال
ٹالے ہے وہ گل رو مری ہر بات ہنسی سے
نازک ہے کمر آس کی رگ گل سے بھی زیادہ
ہے تنگ تر آس گل کا دھن گل کی کلی سے
جب کچھ بھی نہ تھا یاد فن دل بری تجھ کو
مایل ہے مرا تجھ پہ دل اے یار تبھی سے
جب دیکھے ہے مجھ کو تو یہ کہتا ہے کہ یارو ۲۳ ب
عالم میں مجھے کرتے ہیں بدنام اسی سے
دل دیتے تو دے بیٹھا ہے آس غنچہ دھن کو
آیا ہے جہاں دار یہ کیا تنگ ابھی سے

(۱۰)

وہ رشک مہ مری آغوش میں جو در آوے
تن ضعیف مرا پیرھن میں بھر آوے
قسم خدا کی نہ جانے دوں پھر کبھو آس کو
صنم ہمارا اگر آج رات گھر آوے
گھڑی کا ایک دن، اور دن کا ہفتہ، ماہ کا سال
خلاف‌گو ترے وعدوں سے کون بر آوے

قطعه

جو جاوے بزم میں تیری اے مست بادۂ ناز
حواس و ہوش و دل و دین نذر کر آوے
بسان قلقل سینائے بادہ ہو نالاں
بہ شکل ساغر مے زار و چشم تر آوے

جواب نامہ تو کب بھیجتا ہے وہ بت شوخ
خدا کرے کہ مرا جلد نامہ‌بر آوے

قطعہ

جب آفتاب ہو طالع سریر حشمت پر
تجلی نور خداوند کی نظر آوے
ولیک دیکھ سکے کون بھر نظر اُس کو
خدا کے نور جلالی سے سب کو ڈر آوے
مجال کس کی جو ہو چار چشم اُس کے حضور
ادب سے مجرے کو ہر اک جھکائے سر آوے
ہے تجھ میں بھی تو جہاں دار اُس کا شمۂ نور
جو دیکھے خشم سے تو برق کر حذر آوے

(۱۱)

تجھ بے وفا کی آہ کوئی چاہ کیا کرے
دل تجھ کو دے کے تو ھی بتا آہ کیا کرے
۴۲الف جس دل جلے[۱] کی تجھ سے لگے شمع ساں لگن
سر سے وہ گزرے اور تو واللہ کیا کرے
زاری فغان و نالہ سبھی بے اثر ھیں آہ
اُس سنگ دل کے دل میں کوئی راہ کیا کرے
اُس ماہ کوچہ گرد کے تئیں ڈھونڈھتا ہوا
ہر شب گلی گلی نہ پھرے آہ ، کیا کرے

---

۱ - اصل : چلے

یعقوب کی طرح تو بہت روئے دیکھیے
اے یوسف زمانہ تری چاہ کیا کرے

جاتے ہیں سوے دیر وہ کعبہ چھوڑ کر
حق میں ہمارے دیکھیے اللہ کیا کرے

کوئی ڈھونڈتا کتاں کے آئیں یارو پر[1] ہے گم[2]
ملتا کہیں نہیں دل آگاہ کیا کرے

کی دل نے دل بران جہاں کی بہت تلاش
کوئی دل‌ربا ملا ہے نہ دل خواہ ، کیا کرے

اس کوے زلف میں اے جہاں‌دار جا پھنسا
دل کس طرح سے گم نہ کرے راہ ، کیا کرے

(۱۲)

چھوڑا ملاپ یار کا اغیار کے لیے
ترک شمیم گل میں[3] کیا خار کے لیے

میرا دل فگار بھی کچھ گل سے کم نہیں
منظور ہو جو گوشۂ دستار کے لیے

تجھ زلف عقدہ گیر کا یک تار[4] ، اے صنم
بس ہے جہاں کے سبحہ و زنار کے لیے

---

۱ - اصل : لہر
۲ - اصل : گم ہے
۳ - عمدۂ منتخبہ : کا
۴ - اصل : ناز، ''طبقات‌الشعرا'' میں درج شدہ صورت اختیار کی گئی ہے ''خمخانۂ جاوید'':
آس زلف عقدہ گیر کا اک تار اے صنم

روشن کر آ کے تیرہ شب ہجر رشک مہ
مہتاب تو بنا ہے شب تار کے لیے
کب منہ پر ایسی تیغ کے آتا ہے بوالہوس
چورنگ میں ہوں ابرو کی تلوار کے لیے
جز جیب و آستیں نہیں مونس جہاں میں کوئی
دیکھا تو میرے دیدۂ خوں بار کے لیے
۲۴ب صبر و شکیب ، تاب و تواں ، طاقت و قرار
کھو بیٹھے ایک جلوۂ دیدار کے لیے
اب کیا رہا ہے [پاس] بتا ہم کو ہم نشیں
گزارنیں[1] آہ نذر[2] جو دل دار کے لیے
اس بت کا وصل غیروں کی قسمت میں تھا خدا[3]
تھا آہ کیا[4] یہ ہجر جہاں دار کے لیے

(۱۳)

بیٹھ کر جب وہ یار اٹھتا ہے
فتنہ بے اختیار اٹھتا ہے
دل سے اس شمع رو کے ہجر میں آہ
شعلہ جوالہ وار اٹھتا ہے

---

۱ - اصل : گذارنی
۲ - اصل : نظر
۳ - ''طبقات الشعراٗ'' (شوق) ''خمخانۂ جاوید''
۴ - ''طبقات الشعراٗ'' (شوق) اور ''خمخانۂ جاوید'' میں دوسرا مصرعہ یوں ہے :
تھا ہجر آہ ایک جہاں دار کے لیے

نکلے یوں دل سے میرے آہ و فغاں
جیسے دود و شرار اٹھتا ہے

جلد ایفائے وعدہ کر ، کہ تری
بات کا اعتبار اٹھتا ہے

حلقہ زن جو ہوا ترے در پر
کیوں کہ وہ خاکسار اٹھتا ہے

واں سے کب اس کا مثل نقش قدم
کبھی مشت[1] غبار اٹھتا ہے

جھک کے زلف اس کے شانہ سے اٹھی یوں
جیسے ڈسنے کو مار اٹھتا ہے

پاس اس طفل بازی گر کے جو
بیٹھا ، سو جی کو ہار اٹھتا ہے

شب جو دیکھے ہے خواب میں اس کو
صبح کو بے قرار اٹھتا ہے

مثل پروانہ شمع رو پہ مرے
ہر کوئی جی کو وار اٹھتا ہے

لینے کو جام جی (کذا) کے اس کا ہات
کب بہ فصل بہار اٹھتا ہے

۲۵الف واقعی ہے کہ کیوں کہ دھونے سے
نقش لوح مزار اٹھتا ہے

درد اٹھتا ہے تیرے پہلو سے
کیا جہاں دار یار اٹھتا ہے

---

۱ - اصل : مشت و غبار

(۱۴)

یہ شیشۂ مئے گلگوں اے یار بن تیرے
ہمارے پہلو میں لگتا ہے خار بن تیرے

یہ فرش قاقم و سنجاب و بالش دیبا
بتر ہے خار سے اے گل عذار بن تیرے

پہنچ شتاب اے ساقی کہ جاں بلب ہوں میں
وگرنہ مار رکھے گا خمار بن تیرے

کسو ہی طور سے میری نہووے واشد طبع
میں جاؤں سیر چمن کو ہزار بن تیرے

قطعہ

اکیلا چھوڑ کے بیچارے دل کے تئیں میرے
شب فراق میں اے غم گسار بن تیرے

سٹک گئے خرد و عقل و ہوش و تاب و تواں ٥٦٧
شکیب و طاقت و صبر و قرار بن تیرے

جو دیکھتا ہے جہاں دار چشم غور سے آہ
انیس کوئی نہیں انتظار بن تیرے

[1](۱۵)

اے ظالم ترے جب سے پالے پڑے
ہمیں اپنے جینے کے لالے پڑے
پھرے ڈھونڈتے پا برہنہ تجھے
یہاں تک کہ پاؤں میں چھالے پڑے
کیا ہے یہ طغیاں مرے اشک نے
کہ بہتے ہیں دنیا میں نالے پڑے
چلا غیر پر نئیں یہ تیر[2] نگاہ ۶۸۰
ہماری ہی چھاتی پہ بھالے پڑے

۱ - ''واقعات اظفری'' (ورق ۱۵الف ، ب) میں جہاں دار شاہ کی یہ غزل مندرجہ ذیل شکل میں درج ہے :

ترے جب سے الفت کے پالے پڑے
ہمیں اپنے جینے کے لالے پڑے
وہاں تیری غیروں سے آنکھیں لڑیں
یہاں میری چھاتی پہ بھالے پڑے
پھرے ڈھونڈتے پا برہنہ تجھے
یہاں تک کہ پاؤں میں چھالے پڑے
جہاں دار کس لالہ رو سے ملا
ترے سینے پر داغ کالے پڑے

اس سلسلے میں شعر نمبر ۵۱۳ بھی ملاحظہ فرمائیے اور اس کا مقابلہ اس غزل کے مطلعے سے کیجیے -

''واقعات'' میں اس اردو غزل کے علاوہ ایک اردو شعر اور ایک غزل فارسی بھی ہے ؛ اردو شعر یہ ہے :

مری جان جاتی ہے یارو سنبھالو
کلیجے میں کانٹا چبھا ہے نکالو

۲ - اصل : تیرے

ہمیں کیوں کہ وہ شوخ بالے نہ دے ۲۵ب
کہ اب کان میں کان بالے پڑے
مرا خون دل یوں بہا دشت میں
کہ جنگل میں لوھو کے تھالے پڑے
جہاں داز غم ھے کسی لالہ رو کا
جو دل پر ترے داغ کالے پڑے[1]

(۱۶)

کل تک اُس کی وہ مہربانی تھی
آج دیکھا تو سرگرانی تھی
کیا غم گین اُس نے ہم کو نت
جس کے ملنے کی شادمانی تھی
گو بہ ظاہر وہ غیر سے تھا دو چار
ہم سے بھی [دوستی[2]] نہانی تھی
جل[3] بجھے تب کھلا پتنگوں پر
شمع اور دوستی زبانی تھی
آ گیا رحم اُس کے دل میں آہ
ہم نے یوں اپنی مرگ ٹھانی تھی

---

۱ - ''عمدۂ منتخبہ'' :
جہان دار کس لالہ رو پر موا
جگر میں جو ھیں داغ کالے ترے
۲ - نسخے میں جگہ خالی ھے ، دل لگی کا لفظ بھی ھوسکتا ھے -
۳ - اصل : چل تجھے

سو گیا سنتے[1] ہی وہ غم کی مرے
سرگزشت اس کے تئیں کہانی تھی

نہ جہاں دار جانے تھا اے میر
دوستی مدعی جانی تھی

(۱۷)

کون سی بات تری ہم سے اٹھائی نہ گئی
پر جفا جو تری[2] یہ نت کی لڑائی نہ گئی[3]

نہ کہا تھا کہ تو قاتل ہو مرا ، میں مقتول
سرنوشت اپنی کسی سے مٹائی نہ گئی

قصد ہر چند کیا سیکھنے کا بلبل نے
وضع نالے[4] کی مری اس سے اڑائی نہ گئی

۲۶الف دل سوزاں کی جہاں‌دار ترے[5] تابہ فلک
کون سی آہ تھی جو مثل ہوائی نہ گئی

---

۱ - اصل : سن تے
۲ - ''دیوان‌جہاں'' ''منتخبات'' ''عمدۂ منتخبہ'' ''تذکرۂ‌ہندی'' ''مجموعۂ نغز'' ، ''مجمع الانتخاب'' یہ تری ، ''طبقات شعرائے ہند'' (کریم‌الدین) ''خمخانۂ جاوید'' میں ــــــ تیری ناحق کی ــــــ دوسرے مصرعے میں مری کی جگہ مرے
۳ - ''گلشن بے خار'' : پر جفا جو تری ناحق کی لڑائی نہ گئی
۴ - اصل : پالے ، ''دیوان جہاں'' ؛ ''منتخبات'' ''مجموعۂ نغز'' : نالے ؛ ''تذکرۂ ہندی '': نالہ کی مرے
۵ - ''عمدۂ منتخبہ'' ''مجموعۂ نغز'' : مرے ؛ ''مجمع‌الانتخاب'' ترے

(۱۸)

وہ نو خط ان دنوں جو مشق جفا کرے ہے
صاف اپنا ہاتھ مجھ پر ہردم[1] کیا کرے ہے[2]

جب اپنے پاؤں اوپر رنگ حنا کرے ہے
یک تازہ فتنہ برپا وہ خوش ادا کرے ہے

منہ موڑنے کے تئیں ہم جور و جفا سے تیرے
دل اور دماغ اپنا جب تک وفا کرے ہے

میں اور تری نصیحت مانوں یہ دخل کیا ہے
ناصح تو مجھ کو ناحق اب کیوں خفا کرے ہے

بیمار عشق اب تک جاں بر بھی کوئی ہوا ہے
تو اے طبیب ناحق میری دوا کرے ہے[3]

پچھتائے گا تو اک دن سنتا ہے اے جہاں دار
دیتا تو ہے دل اُس کو ، لیکن برا کرے ہے

(۱۹)

اس وقت بارے کچھ تو کرم بخشی کیجیے
گزرے ہم اور بات سے ، گالی ہی دیجیے

صبر اور دین و دل تو تم آگے[4] ہی لے چکے
باقی ہے جاں ہماری سو اب یہ بھی لیجیے

---

۱ - ''مجمع الانتخاب'' : ہر دم مجھ پر
۲ - یہ شعر''تذکرۂھندی'' ''مجمع الانتخاب''اور''خمخانۂجاوید'' میں ہے
۳ - ''خمخانہ'' میں پہلا مصرع یوں ہے :
بیمار عشق جاں بر اب تک کوئی ہوا ہے
۴ - اصل : آ گو

دیوے وہ جام غیر کوں یوں میرے سامنے
یہ دیکھ کیونکہ خون دل اپنا نہ پیجیے
ناصح یہ کیا حساب کہ میں جیب کو سلاؤں
بہتر ہے آپ منہ کے تئیں اپنے سی جیے
پتھر بھی بلکے دیکھ جہاں دار کا یہ حال ۷۰۵
پیارے کبھو تو آپ بھی اس پر پسیجیے

✶

دیت کا نام اس عاشق ستم کے آگے کیا لیجے
غرض چپ رہیے اورآنکھوں سے اپنی'خوں بہالیجے'[۲]

★

۷۲الف یک وجب باشد اگر جا بر سر آن کو مرا
کافرم ماند دگر حرصے بقدر مو مرا[۳]

---

۱ - ''مجموعۂ نغز'' : اپنے ''طبقات الشعرائے ہند''(کریم الدین) میں مجھے ،

۲ - یہ شعر ''عمدۂ منتخبہ'' اور ''مجموعۂ نغز'' میں ہے

۳ - ''واقعات اظفری'' میں (ورق ۱۵الف ، ۱۵ب) یہ غزل بھی ہے :

فتاد مشکل دیگر ز عشق جان مرا
کہ کس نمی شنود شرح داستان مرا
فزودہ ایم غرورت ز عرض بے تابی
باین گناہ بر آرد کسے زبان مرا
دلم ز سینہ بر آرید و پیش او ببرید
ز نام ما برسانید این پیام [بیان] مرا
غمش گداخت جہان دار این قدر کہ ھا
قبول طعمہ نکرد آہ استخوان مرا

''بزم تیموریہ'' میں مقطع چھوڑ کر باقی شعر درج ہیں لیکن پہلے شعر میں داستان کی بجائے دلستان درج ہے -

بسکه گشتم ناتوان جون کاه از دوری ، صبا
میدهد حرکت ازین پهلو بآن پهلو مرا
کے شوم لیکن[1] ز الفاظ عنایت ها که تو
آشنا کردی بدشنام اے بت بد خو مرا
دل نمی بستم بکین لیکن ، نمیدانم چه شد
گشت چون زنجیر پا آن کاکل هندو مرا
بسکه در چشم و دل و جان پربشانم توئی
هر کجا بینم تو می آئی نظر آن سو مرا
عمرها آخر شد و غم خوار کس آخر نشد
نے[2] میسر شدکسی همدرد و نے[2] دل جو مرا
گر جهان دارے کند قصدی که قتل ما کند
کار شمشیرے کند یک جنبش ابرو مرا

★

مرا گر بوسهٔ امداد سازی
دلم را زلده جانم شاد سازی
متاعے غیر جان دیگر ندارم
فدا سازم اگر ارشاد سازی
جفا جو جانفشانیهاے ما را
یقین‌است اینکه روزے یاد سازی
که گفت است‌اینکه چون دل بیکسے را
شهید خنجر بیداد سازی

---

۱ - کے شود تسکین ؟
۲ - اصل ; نه

نخوابد هیچ همسایه جهان دار
چنین شبها اگر فریاد سازی

★

براه عشق و محبت که هر قدم خطر است
چو شمع قطع منازل درو بقطع سر است
۲۷ب شب فراق ز سوز جدائیے تو مرا
چو شمع گریۂ خونین ز شام تا سحر است
به نوفریفتگان مهربانست آن بے مہر
ز حال عاشق دیرینه آه بے خبر است
کسے گریست ز جور تو اے صنم کامروز
میان کوے تو سیلاب اشک تا کمر است
بنوک هر مژه لخت دلم سزاوار است
که پیش اهل هنر قدر بار در [ثمر] است
دلت چه سان سوے خود مهربان کنم اےشوخ
تهی است گریه ز تاثیر و ناله بےاثر است
کند چوں یار علم تیغ ناز [و] جور و عتاب
بروے سینه جهان دار داغ چو سپر است

★

در بزم تو از آمدنم تا خبرے هست
انبوه رقیبان سر هر رهگزرے هست[1]
صد شکر که اغیار بحسرت نگرانند
بر حال منت تا ز عنایت نظرے هست

---

۱ - یه دو شعر صرف "تذکرۂ روز روشن" میں ہیں ۔

★

چه حاصل گر نهادی آستین بر چشم گریانم
علاجی کن که گردد التیام این زخم پنهانم
نگیرم[1] چون شرار ناله جا در تنگنای دل
مثال برق ازین وحشت سرا خندیده دامانم
بهار آمد مکن تدبیر جیب پاره[2] ام تا صبح
که پیوندی نمیگردد چو گل چاک گریبانم
کدامین یوسف رعنا جوان پنهان شد از چشمم
که گریان روز و شب در هجراو چون پیرکنعانم
ربود از دست من در چشمکی آن نرگس فتان
شکیب و طاقت و صبر و قرار و دین و ایمانم
چو خواب گم شده مایوس از تعبیر و تقریرم
چو نقش آب صورت بستهٔ معنی بطفلانم
جهان دار از نگاهم تا نهان شد روی و زلف یار
گریبان چاک چون گل مثل سنبل مو پریشانم

★

هر که نظارهٔ آن دلبر مه پاره کند
چون کتان جامهٔ خودداری آواره کند
در سر آنکه هوای سر کوی تو بود
خویش را مثل صبا در رهت آواره کند

---

۱ - اصل : لگریم
۲ - اصل : تازه - متن مطابق «تذکره روز روشن»

گر ز خاکم گزری دیده ام از کثرت شوق
نرگس آسا ز زمین روید و نظاره کند
در دلت آه جہان دار ندارد اثرے
ورنہ ھر نالۂ او آب دل خاره کند

★

[بغم تو خواب چشمم شب انتظار نگرفت
تو به بزم غیر بودی که دلم قرار نگرفت

★

قیمت بوسهات اگر جان است
من خریدار . . . از آن است
بے تو در فصل گل ز دست جنوں
دامنم چاک تا گریبان است
تا جہان دار از لبت بوسه
نستاند رود چه امکان است

★

تا بزم تو از آمدنم تا خبرے هست
انبوه رقیبان بسر هر رهگزرے هست[1]

---

۱ - مذکوره بالا ۵ شعر صرف ''انیس‌العاشقین'' قلمی ورق ۱۲۴ ب میں ھیں -

★

دیدم صنمے ماہ رخے مہر لقاے با صورت زیبا
غنچہ دھنے گلبدنے سرخ قباے با قامت رعنا
قامت نتوان گفت کہ بود است قیامت آن یار مجسم
باللہ نتوان خواند کہ دیدیم بلاے بالاے بلاھا
نے حورونہ غلمان نہ پری نے ملک عرش زینجملہ نکوتر
سر تا بقدم شعبدہ و ناز و اداے دلچسپ سراپا
لعل لب شکر شکنش گاہ تکلم صد مردۂ بیجان
میکرد بیکدم بکلامے و صداے عیسیٰ نمط احیا ۷۴۰
در ہر شکن کاکل مشکینش گرفتار صدھا دل عالم
ہر حلقۂ زلف سیہش دام جدائی جانہاے جہان را

★

گفتم چہ کنی کیستی اے جان زکجائی گفتا کہ تراچہ
گفتم ز تو دارم عرضی حرص وھواے گفتا کہ مبادا
گفتم بہ نگاھے دلم از دست ربودی کردی چہ بلاسحر
برھم شدوبالاے سرم زد سر پاے بوسیدمش آن پا
گفتم کہ ز دوری لب لعل تو دارم نیاز[1] دل و جان
آخر چہ شود ارکنی از بوسہ دواے بیماری دل را
گفتا رہ خودگیر برو ورنہ جہان دار واللہ ھمیں دم
سازم سر تو دور ز شمشیر جفاے بنگر تو تماشا ۷۴۷

---

۱ - بروزن ناز باندھا ہے

★

۲۸ب بہاتی ہیں زبس یہ چشم تر آب
رہا کرتا ہے میرے تا کمر آب
بسان آبلہ ہوں سر بہ سر آب
فقط آنسو نہیں اے بے خبر آب
یہ نکلے ہے مرا ہو کر جگر آب ۷۵۰

مری آنکھوں سے یہ جاری جو ہیں اشک
کبھی دیکھے ہیں ایسے یار تیں اشک
برنگ شمع نت روتا ہوں میں اشک
جگر میں شعلہ اور آنکھوں میں ہیں اشک
یہ صنعت ہے اُدھر آتش ادھر آب

کرے اس بات کو گو میری تو رد
ترے پاؤں کا [کو ؟] تر دیکھوں گا میں جد
کہوں گا تب بھی رو رو کے میں از حد
ہوا ہے شب کوئی مایوس شاید ۷۵۵
لگا ہے آج تیرے پاؤں پر آب

خبر ہو حال کی جب تجھ کو میرے
کہ آوے تو کبھو میرے بھی ڈیرے
غرض تیری گلی میں کر کے پھیرے
یہاں تک روتے ہیں فرقت میں تیرے
جہاں تک دیکھو آتا ہے نظر آب

نہ مجھ سا ہو کوئی از غرب تا شرق ۷۶۰
مرے آنسو ہیں ابر اور آہ ہے برق

مرے رونے میں اور اوروں کے ہے فرق
ابھی عالم سبھی ہو جائے گا غرق
جو برساویں گی میری چشم تر آب

۲۹ الف مجھے چپ رہنے دو یارو ذرا تو
نصیحت کی مجھے اب مت سناؤ
آدھر دیکھو یہ مجھ سے سن لو یارو
جو روؤں[۱] یاد کر اس زلف ، رخ کو
تو عالم میں رہے شام و سحر آب

یہ میرا حال اب غم سے ھوا ھے
کہ شہرہ جس کا جگ میں جا بہ جا ھے
غرض نا آشنا یا آشنا ھے
مرا رونا جو کوئی دیکھتا ھے
تو وہ بھی چشم میں لاتا ھے بھر آب

زبس مرتے ھیں درد دل کے مارے
لگے ھیں بحر غم کے آ کنارے
یہ ھم ھر دم جو روتے ھیں پیارے
اثر ھے درد دل کا یہ ھمارے
کہ آنکھوں سے رواں ھے بیشتر آب

ھمارا درد سن روتا ھے مجنوں
ھمارے غم سے ھے خود عیش محزوں

---

۱ - اصل : رواون

ہماری چشم نت رہتی ہے پر خون
ہمارے خط میں ہے رونے کا مضمون
کرے بال کبوتر کو بھی تر آب
ہوا زلفوں میں دل تو بند دیکھیں
بنے کیا غم ہوا دہ چند ، دیکھیں
کرے گا بند کون اب دل کو دیکھیں
چھٹا گھر اشک کی مانند دیکھیں
کہ لے جاوے کدھر دانہ کدھر آب
۲۹ب ارے وہ چشم تر ظالم سمجھ تو
اُدھر تو دیکھ تو بدنام مت ہو
عبث رو رو کے میری جان مت کھو
یہ آتش عشق کی ہے چشم مت رو
کرے اس آگ پر کیوں کر اثر آب
کہے کیا بات کوئی دل جلوں کی
کہی جاتی نہیں کچھ غم زدوں کی
گہر روتی ہیں آنکھیں عاشقوں کی
جو دیکھے آب میرے آنسوؤں کی
تو غیرت سیں صدف میں ہو گہر آب
کوئی روتا ہے اس آئیں پر اے شمع
کمر مت باندھ میرے کیں پر اے شمع
ذرا[1] کر رحم مجھ غمگیں پر اے شمع
نہ رو اس سوز سے بالیں پر اے شمع
مرا جی مت جلا دل کو نہ کر آب

---

۱ - اصل : زرا

لگا ہے مجھ کو رونا آہ بے ڈھب
گلا کرتیں[۱] ہیں میرے رونے کا سب
نہ دن کو آنسو یہ تھمتے ہیں نے[۲] شب
میں حیراں ہوں ، مری آنکھوں میں یا رب!
کہاں سے بھر گیا ہے اس قدر آب

۹۰ تری آنکھوں کو ہر دم دیکھ خوں بار
نپٹ دل‌گیر ہو کر چار و ناچار
کہے ہے تجھ سے رو رو آصف زار
کہاں تک روئے گا بس اے جہاں دار
ترے تو جا چکا سر سے گذر آب

۳ الف تو زلف اپنی جو ہر دم دیکھتا ہے
بہت اچھا ، نہایت خوش نما ہے
ولے میں یہ کہوں گا اور کہا ہے
نہ تنہا زلف تیری دل ربا ہے
غرض [ہے] خال ہندو بھی بملا ہے ۹۵

---

۲ - = کرتے
۳ - اصل : نہ

ضمیمے

(۱) تذکیر و تانیث
(۲) قدیم الفاظ
(۳) روزمرہ ، محاورات و تراکیب
(۴) الف : تغلق سلطان بیگم کا خط کارنوالس کے نام
ب : جہاں دار کا خط علی ابراھیم کے نام
ج : جہاں دار کا خط مسٹر ڈنکن کے نام

ضمیمہ نمبر ۱ : تذکیر و تانیث

الف

آرایش (مؤنث) ۷۸

آغوش (مؤنث) ۴۸۸ ، ۶۲۹ - (مؤنث) ظفر :

شاهد مقصود هے کس کی بغل میں اے ظفر
دیکھ هے آغوش چرخ پیر بھی خالی پڑی
[''محاورات هندوستان'' منیر لکھنوی ، صفحہ ۲۱۰]

لکھنئو میں مذکر ، دلی میں مؤنث
[''محاورات هندوستان'' صفحہ ۲۱۸]

ابرو (مذکر) ۵۳۷ لکھنئو میں مذکر ، دلی میں مؤنث
[''محاورات هندوستان'' صفحہ ۲۱۸]

احوال (مذکر) ۶۲۴

ادا (مؤنث) ۲۱۴

ادبار (مذکر) ۳۳۲

اشک (مذکر) ۷۵۱

اور (=کی اور) ۳۴۷—۳۵۶

مری اور ۵۴۷

ب

بار (مؤنث) ۲۶۰ ، ۲۷۶ ، ۴۲۷

لکھنئو میں مؤنث ، دلی میں مذکر
(''محاورات هندوستان'' صفحہ ۳۱)

ناسخ :
کہاں بیت‌الصنم میں ہر کسی کو بار ملتی ہے
وہ بیت‌اللہ ہے سارے جہاں کا جس میں مجمع ہے
[ایضاً ، صفحہ ۱۷۳]

بار (مذکر) [بوجھ کے معنوں میں] ۲۲۶
بہار (مؤنث) ۵۵۲

ھ

بھوں [بھویں جمع] (مؤنث) ۲۵۷

ت

تصور (مذکر) ۵۸۲
تقصیر (مؤنث) ۱۵۰

ج

جاروب (مؤنث) ۱۶۶
جاں (مذکر) ۱۰۳

چ

چشم (مؤنث) ۲۵۲ ، ۳۱۱ ، ۵۳۲ ، ۵۹۳ ، ۷۴۸ ، ۷۶۲ ،
۷۷۳
چشم ، مؤنث ۔ ''مفیدالشعرا'' صفحہ ۵۶

د

دشت (مذکر) ——— لکھنؤ میں مذکر ، دہلی میں مؤنث ۔
[محاورات ہندوستان ، صفحہ ۲۲۱]
دل‌وجاں (مذکر) ۵۳۳ ، ۵۵۵

ر

رخسار (مذکر) ۲۷۷ ، ۵۳۶
رنگ (مذکر) ۱۵۲

ز

زلف (مؤنث) ۲۰۲ ، ۲۷۱ ، ۳۱۷ ، ۴۴۴ ، ۵۰۹ ، ۶۶۳ ،
۷۹۳ ، ۷۹۴
مؤنث (''مفیدالشعرا'' صفحہ ۴۴، ''دریاے لطافت'' صفحہ ۶۱)

زنار (مذکر) ۵۱۱
مذکر ، خواجہ وزیر :
کافر ہوا ہوں پی کے مئے عشق اے وزیر
زنار مجھ کو چاہیے موج شراب کا
مؤنث ، رشک :
بےخود یہ تیری راہ میں تھے شیخ و برھمن
تسبیح گر پڑی کہیں زنار گر پڑی
ناسخ :
رہتی ہے حسن پرستوں کے گلے میں زنجیر
کفر ان کا ہے لیا اور ہے زنار نئی
[محاورات ہندوستان ، صفحہ ۱۲]
زنار لکھنئو میں مذکر و مؤنث ؛ دھلی میں مؤنث (ایضاً صفحہ ۲۲) لیکن یہ صحیح نہیں ، جہاں دار نے اپنے شعر میں مذکر باندھا ہے ۔

س

سخن (مذکر) ۲۰۵
سنجاف (مؤنث) ۳۳۴

ص

صفا (مذکر) ۲۱۵
صفا (مؤنث) ۴۰۶ - آتش ، دیوان اول :

صفا ہوا نہ ریاضت سے نفس امارہ
کوئی نجاست سگ کا ازالہ کیا کرتا

صفا صاف کے معنی پر اب استعمال نہیں کیا جاتا ۔
("اصلاح زبان اردو" عشرت ، صفحہ ۲۳)

ط

طبع (مؤنث) ۳۴۳
طرح (مؤنث) [طور طریقہ] ۲۸۱
طلب (مؤنث) ۲۱۳

ع

عذار (مذکر) ۲۷۰

ف

فغاں (مذکر) ۱۰۴
فکر (مذکر) ۱۷۰

ق

قند (مذکر) ۲۰۵

ک

کاکل (مذکر) ۲۰۹
لکھنؤ میں مؤنث ، دلی میں مذکر ۔
[''محاورات ہندوستان'' صفحہ ۲۲۲]
غالب :
سبزۂ خط سے ترا کاکل سرکش نہ دبا
یہ زمرد بھی حریف دم افعی نہ ہوا
وزیر :
کاکل جو آس کے شعلۂ رخ سے سرک گئی
کالی گھٹا میں صاف یہ بجلی چمک گئی
[''محاورات ہندوستان'' صفحہ ۲۱۴]
کدال (مؤنث)......سنسکرت ، کدارا
(''اصطلاحات پیشہوراں'')

ل

لب (مذکر) ۲۰۵

م

مانند (مؤنث) ۳۰۵ ، ۳۱۸ ، ۴۷۵ ، ۷۷۶
[لکھنؤ میں] مذکر
(مفیدالشعرا صفحہ ۲۷)
مژگاں (مؤنث) ۴ ، ۳۰۵ ، ۳۴۲
مؤنث ۔ (''مفیدالشعرا'' صفحہ ۵۹)

ناسخ :
اس کی مژگاں خواب میں دیکھیں سحر بسمل اٹھا
ہوگیا پیغام اجل کا مجھ کو ناسخ تیرا خواب

آتش :
عاشق سے نگاہوں میں یہ کہتی ہیں وہ آنکھیں
مژگاں جو چھوئیں رکھ دیا خنجر کے تلے ہاتھ
[''محاورات ہندوستان'' صفحہ ۱۹۸]

غالب :
وہ نگاہیں کیوں ہوئی جاتی ہیں یا رب دل کے پار
جو مری کوتاہی قسمت سے مژگاں ہوگئیں

مژہ (مؤنث) ۱۳۳ ، ۱۶۶ ، ۲۸۸ ، ۳۵۳ ، ۳۲۶
مؤنث بولا جاتا ہے ۔
(''مفیدالشعرأ'' صفحہ ۶۶)

شیخ ناسخ :
مژہ جو ہے وہ گویا اب زباں کا کام کرتی ہے

مرزا برق :
ہر مژہ چشم فسوں گر کو زباں ہوتی ہے
(ایضاً صفحہ ۶۶)

لیکن یہ صحیح نہیں ۔
(مذکر) ناسخ :
حیرت سے اشک چشم کے باہر نہ ہو سکے
دریا بھرے رہے یہ مژہ تر نہ ہو سکے

(مؤنث) ناسخ :
مژہ جو ہے وہ گویا اب زباں کا کام کرتی ہے
[محاورات ہندوستان ، صفحہ ۲۰۹

ن

نقاب (مذکر) ——— لکھنئو میں مذکر و مؤنث دلی میں مذکر ۔
[''محاورات ہندوستان'' صفحہ ۲۲۳

صبا :
اے مہروش تو کیوں کر پردے میں چھپ سکے گا
ابر تنک کی صورت منہ پر نقاب ہوگا

امانت :
چہرے سے اپنے دور جو آس نے نقاب کی
رنگت سفید شب کو ہوئی ماہتاب کی
[''محاورات ہندوستان'' صفحہ ۲۱۵

نگہ (مؤنث) ۳۵۰ ، ۳۵۳

ہ

ہوش (مذکر)
—ہوش آڑ گیا ۳۷۶

———

ضمیمہ نمبر ۲ : قدیم الفاظ

آ

آپھی....(آپ + ھی) ھائے مخلوط التلفظ :

نوا قاصد کو اپنے پر وہ مفتوں آپ کرتے ھیں
جو آپھی خوب ھیں ، کیا دیجیے الزام قاصد کو
(ظہور اللہ نوا ، شاعر دربار جہاں دار شاہ)

اب متروک ہے ، اس کی جگہ 'آپ ھی' مستعمل ہے -
(''محاورات ہندوستان'' صفحہ ۲۱۷)[1]

آگو ؟ آگے ؟، ۲۰۷

الف

انکھڑیاں ۳۵۵ ، نظم نگارین - جلال :

اپنی شوخ انکھڑیوں میں کچھ تو حجاب آنے دو
راہ پر آئیں جو یہ خانہ خراب ، آنے دو

انکھڑیاں اب بول چال میں نہیں ہے -
(''اصلاح زبان اردو'' صفحہ ۱۱)

انھین (ان + ھی) ۲۳۲
انکھیاں [آنکھین : واحد ، انکھی] ۵۸۱
اوری....(= اور ھی)

---

۱ - ''آپ ھی'' بھی استعمال ھوا ہے - ۲۸۶

بسان کاغذ آتش زدہ ترے گل رو
ترے جلے ہوئے اوری بہار رکھتے ہیں — درد

ب

بے قرار (= بے قراری سے) ۲۴۶

پ

پچتانا ۹ ، ۱۸۷ ، ۵۲۴ ، ۷۰۰

ت

تباہ (تباہ کے مارے ، تباھی کے مارے) ۵۹۵ ، ۶۰۰
ترت ۳۵۰
تجھ ھی (تجھی) ۴۴۰
تڑپھتا ۲۴۳ ، ۳۸۶ ، ۴۵۰ ، ۴۵۹ ، ۶۱۶
تڑکنا [زخم کا——] ۱۳۷
تلک ۴۰۵ ، ۴۱۱ ، ۵۸۱ ، ۵۷۷[1]
تئیں ۲۷ : کلمات روابط سے اک کلمہ ہے ، کبھی فائدہ معنیِ لفظ ''کو'' کا دیتا ہے اور کبھی معنیِ لفظ ''تک'' کا ۔ لیکن یہ روزمرہ قدما کا تھا ۔ فصحاے متاخرین نے اس لفظ کا بولنا ترک کر دیا ہے اور اس کے مقام پر ''کو'' اور ''تک'' بولتے ھیں ۔
(سرمایۂ زبان اردو ، صفحہ ۱۴۵)

---

۱ ۔ ''تک'' بھی استعمال ھوا ہے ۔ ۴۱۲ ، ۴۲۰ ، ۴۲۱ ، ۴۲۹

[اپنے–] ۶۷ ، ۴۵۳

اپنے تئیں تو کام کچھ خرقہ و جامہ سے نہیں
درد اگر لباس ہے دیدۂ عیب پوش ہے (درد)
تو کب تئیں مجھ ساتھ مری جان ملے گا
ایسا بھی کبھی ہوگا کہ پھر آن ملے گا (درد)

[تیرے–] ۲۳۵
[کب–] ۵۱۶
[کے–] ۱۱۵ ، ۱۱۶ ، ۱۴۲ ، ۱۶۰ ، ۱۷۲ ، ۱۸۷ ، ۱۸۸ ،
۲۱۷ ، ۲۲۰ ، ۳۱۹ ، ۳۲۳ ، ۳۳۳ ، ۳۷۴ ، ۴۵۱ ،
۴۶۸ ، ۴۷۷ ، ۴۹۵ ، ۵۰۵ ، ۶۴۵ ، ۶۴۲ ، ۵۹۲ ،
۵۴۹ ، ۶۷۴ ، ۶۸۹ ، ۷۰۴
[میرے–] ۵۱۴
[ہمارے–] ۲۵۵

ط

ٹک ۸۲ ، ۱۰۵ ، ۱۰۷ ، ۱۲۱ ، ۱۴۳ ، ۱۵۷ ، ۲۱۱ ،
۳۵۰ ، ۴۰۲ ، ۴۲۷ ، ۴۵۱

کوئی دنیا میں ٹک ہنسا ہوگا
جو نہ ہنسنے میں رو دیا ہوگا (درد)

ٹھ

ٹھٹھکا (بر وزن بھٹکا) ۶۶
ٹھیرنا (ٹھہرنا) ۲۳۱ ، ۳۹۶ ، ۶۲۱

ج

جگ (زمانه) ٦٦٧

جیوں (جس طرح) ۲۹۵ ، ۳۰۰[1]

ولی اس گوهر کان حیا کی کیا کهوں خوبی
مرے گهر اس طرح آتا هے جیوں سینے میں راز آوے
(ولی)

جه

جهینکنا (زچ هونا) ۳٦۵

د

دکهلانا ۵۴۵

دهنگانا (پریشان کرنا ، زچ کرنا) ۵

دیت ٦۰۷

دیتے تو (دینے کو تو) ٦۲۸

ذ

ذره (= ذرا) ۴۷

۱- ذره اس تاگے کو تو دینا هلا
(رنگیں)

۲- حرص کے دانتوں کو اب مت تیز کر
صحبت بد سے ذرا پرهیز کر
(رنگین)

---

۱ - ''جوں'' بهی استعمال هوا هے - ۳۵۹، ۳۹۴، ۳۹٦، ۴۰۵، ۴۰۸، ۴۱۳، ۴٦۱، ۴٦۳، ۵٦۸ -

''ذرہ بہ معنی ''تھوڑا اورکم'' سے ہم نے ایک لفظ ''زرا''
بنا لیا جو معنی ، تلفظ اور استعال میں مختلف ہوگیا ۔
اس لیے اسے لکھنا بہتر ہے ۔''
(''علمی نقوش'' ، ڈاکٹر مصطفیٰ خاں ، صفحہ ۱۳۸)

ر

روؤں ۷۶۳

ز

زاری (بدون آہ) ۲۳۶ ، ۶۴۱
زوری ۲۸۳
زور . . .

زور عاشق مزاج ہے کوئی
درد کو قصہ مختصر دیکھا درد

س

سانچا (سچا) ۱۸۰
سانچی (سچی) ۱۸۰
سٹکنا ۶۷۵
سکچانا ۱
سوں (سے) ۱۳۶ ، ۳۲۳
سیں (سے) ۱۸۱ ، ۱۸۳ ، ۷۸۳
سیتی (سے) ۶۰ ، ۷۲ ، ۱۴۷ ، ۱۹۰ ، ۱۹۳

ک

کبھو ۵۷۷ ، ۶۳۰

ہووے نہ حول و قوت اگر تیری درمیاں
جو ہم سے ہوسکے ہے سو ہم سے کبھو نہ ہو (درد)
یا رب یہ دل ہے یا کوئی مہماں سرائے ہے
غم رہ گیا کبھو ، کبھو آرام رہ گیا (درد)

کسو (کسی) ۹۷ ، ۶۷۳
کون (کو) ۴۳ ، ۷۳ ، ۷۵ ، ۱۰۰ ، ۴۰۰
کہوں (=کہیں) کبھوں ؟ ۳۲۵
کیوں کہ ۲۴۵ ، ۴۱۳ ، ۵۱۰ ، ۶۶۱ ، ۶۶۴ ، ۶۸۱ ، ۷۰۳

گ

گذرانے (=گذرانیں ، گذاریں) ۶۵۵

ل

لاگنا (لگنا) ۱۳۷ ، ۳۵۰
لوہو (لہو) ۶۸۲

م

مجھی [مجھ+ھی] ۷۶ ، ۲۳۸
مناووں (=مناؤں) ۳۲۸
من ہرن (معشوق ، منوہر ، موہن) ۵۴۳
میاں ۱۱۲ ، ۳۲۹ ، ۴۲۲ ، ۵۲۰

ن

نپٹ (نرا ، سراسر ، نہایت) ۲۵۱

نت (سدا ، ہمیشہ) ۴۰۵ ، ۴۷۳ ، ۵۲۷ ، ۵۳۷ ، ۵۸۳ ،
۶۰۶ ، ۶۸۵ ، ۶۹۱ ، ۷۵۲ ، ۷۷۳ ، ۷۹۰

درد کا حال کچھ نہ پوچھو تم
ووھی رونا ھے نت وھی غم ھے (درد)

نمط ۴۸۴

نئیں (=نہیں) ۹۴ ، ۱۶۲ ، ۱۹۶ ، ۲۰۴ ، ۲۱۶ ، ۲۷۸ ،
۳۷۹ ، ۳۵۵ ، ۳۶۹ ، ۴۷۰ ، ۴۷۵ ، ۵۵۵ ، ۵۶۶ ،
۶۰۷ ، ۶۲۳ ، ۶۸۰ ، ۶۹۷[1]

نیں (=نے) ۲۹۹

و

وو (وہ) ۲۰۸ - ''گلزار داغ'' :

نہ جانا جان کا ایسا کسی نے جلد کھو جانا
تمہارا دو قدم چلنا یہاں پامال ھو جانا
اٹھائے غیر نے جو ناز بے جا اس کو وہ جانے
مجھے بھی تم نے وہ سمجھا مجھے بھی تم نے وو جانا

غالب :

کہتے تو ھو تم سب کہ بت غالیہ مو آئے
یک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وو آئے

---

۱ - ''نہیں'' بھی اشعار میں استعمال ھوا ھے - ۲۹۲ ، ۴۷۱ ، ۵۰۸ ،
۵۲۶ ، ۵۶۵ ، ۵۷۸ ، ۶۳۹ ، ۶۷۶ ، ۷۷۹

''ووآئے متروک ہے۔ ایسا قافیہ ناجائز ہے ۔ وہ صحیح ہے ۔''
(''اصلاح زبان اردو'' عشرت ، صفحہ ۱۲۲)

ووهی (= وهی) ۶۱۹ - '' گلزار داغ'' :
وائے نا کامی کہ جس میں میں نے باندھا خط شوق
ووهی مرغ نامہ بر کا ٹوٹ کر شہپر گرا
''ووهی اب استعمال نہیں کرتے ، وهی کہتے هیں ۔''
(''اصلاح زبان اردو'' عشرت ، صفحہ ۳۲)
بیزار ہے مجھ سے تو پہ مجھ کو
اب تک ہے ووهی پیار جی میں (درد)

ووهیں ۷۱ ، ۷۸ ، ۱۷۸ ، ۱۸۳ - ناسخ دیوان دوم :
گئے جو کوہ کو سودائے زلف یار میں هم
تو ووهیں مار سیہ بن کے یار غار آیا
''ووهیں متروک (وهیں) مستعمل ہے ۔''
(''اصلاح زبان اردو'' عشرت ، صفحہ ۲۲)
جاتا هوں خوش دماغ جو سن کر اسے کبھو
بدلے ہے ووهیں نظریں وہ دیکھا جہاں مجھے
(درد)

و (= اور)
شتابی میکدہ میں آ کہیں تجھ بن تو اے ساق
پڑا ہے جام بے کیفیت و مخمور ہے شیشہ (درد)

ہ

هوجے (هو جیئے) ۶۴
هیں (= هی) ۱۵۶ ، ۲۸۲ ، ۶۰۵

ضمیمہ نمبر ۳ : روزمرہ و محاورات و تراکیب

آ

آج کی کل ، کل کی پرسوں بتانا ۵۱۹
آنکھ سیدھی کرنا ۵۱۰
آنکھوں میں نیند آنا ۵۱۲
آوارے پھرنا ۶۲۰

الف

ابرو کماں (کمان ابرو) ۹۰ ، ۴۱۴
اشتہار کرنا ۵۶۳
اوقات کٹنا ۴۹۲

ب

بار پانا [گھر میں ترے آنا تو کبھی بار نہ پایا] ۴۸ ، ۱۹۴
بالا دینا (جمع : بالے دینا) ۲۰ ، ۶۸۲
بھانے بتانا ۵۲۷
بینڈا (راہ بینڈا) ۴۶۹

پ

پیش رفت ہونا [طبیعت کا——] ۷

ت

تپاک کرنا ۵۳۰
تیور چڑھے ہوئے (ہونا) ۵۲۸

ج

جی جانا (جان جانا) ۵۶۹
جی جلانا ۷۸۶
جی نکلنا ۴۸۶
جی کو چین آ جانا ۵۱۲
جی وارنا ۶۶۶
جی ہار اٹھنا ۶۶۴

چ

چاہ کرنا ۵۹۶
چاہ کا مارا (محبت کا مارا) ۵۹۶
چشم میں آب بھر آنا ۷۶۸

ح

حد سے نکل چلنا ۳۷۴

د

درمیان رہ‌گذر تک ۴۲۸
دریغ کرنا [جفا سے——] ۵۷۲
دست لانا ۵۹۱
دعا کی تھی [آسے——] ۴۳۶

دم دینا (فریب دینا) ۱۳۹
دیوار پیچھے (پس دیوار) ۱۴۷

ڈ

ڈر آنا ۶۳۶

ر

رکابی وارنا [سیم کی ——] ۶۱۷
رکھنا [کسی پر ——] ۵۳۱
رو نہ ہونا ۵۹۲

ع

عزیز کرنا ۴۳۱

ق

قیامت لانا [کسی کے سر ——] ۵۱۶

ک

کج ادائی خرچ کرنا ۱۱۶
کمال پانا (کمال حاصل کرنا) ۵۴۷
کہہ رکھنا [یارو کہے رکھوں ہوں] ۳۸

گ

گالیاں سنانا ۵۲۶
گھر بہ گھر ۷۴

ل

لالے پڑنا ۶۷۷ ، ۵۱۴
لب ہونا ۵۵۱
لٹکا کاڑھنا ۶۷
لگ چلنا ۶۵ ، ۳۷۰
لگنا [کچھ کا کچھ——] ۵۴۲
لگن لگنا ۶۴۰

م

مار رکھنا ۶۷۲
مغز کھانا ۵۱۵

ن

ناز دکھانا ۵۲۵
نصیحت کی سنانا ۷۶۳

و

واشد ہونا ۶۷۳
وعدہ بتلانا ۳۷۴

ہ

ہنوز تک ۱۷۱
ہوش چھنانا (ہوش چھنوانا) ۳۸۱ ، ۳۸۴

ضمیمہ نمبر ۲

الف : قتلق سلطان بیگم کا خط کارنوالس کے نام

QUTLAQ SULTAN BEGUM'S LETTER TO LORD CORNWALLIS

His Royal Highness on the 24th Shaban (31st May) about three o'clock in the morning left for Chunargarh and after spending a short time there returned to Benares the same evening, an hour before sunset. The whole night he was uneasy and restless, feeling a burning sensation in the body. When morning dawned he said he had a great pain in the chest. At that time before prayers he wrote two letters with his own hand, one addressed to Mr. Duncan (1), and the other to Nawab Ali Ibrahim Khan (2), and having affixed his seal to them he handed them to me saying that he would write to his brother, the Governor-General, and the Nawab Vazir regarding me. I asked him why he was talking in such a desponding manner and why he had written these leters. He replied that the pain in his

(1) The Resident at Benares.

(2) Chief Judge at Benares.

chest was very severe, and that these letters would be of help to me. Then he stepped out of his chamber but returned shortly after when he fainted and fell unconscious on the ground, perspiring profusely. He sent for the physician who felt his pulse. He then asked for a cooling draught. Suddenly his eyes rolled and he became unconscious again. People thought it was an apoplectic seizure. When Mr. Duncan and Ali Ibrahim learnt of this they called on him with Hakim Abdullah and some Europeon doctors. As life was already extinct their ministrations were of no avail. This misfortune has crushed me under a mountain of affliction and has left me bewildered and miserable in the extreme. I am writing this to you because the deceased Prince considered the Company's territories as his home and refuge and came with his family in order to settle here under your protection. I trust that I may be allowed to reside here under your protection and be at the side of the tomb of the departed worthy. I hope that from your friendly regard for the Prince you will observe the same rules of protection towards me as towards the late Prince when he was alive.(1)

(1) Received on the 12th June 1788.

ب : جہاں دار کا خط علی ابراہیم کے نام

JAHANDAR'S LETTER TO NAWWAB ALI IBRAHIM KHAN

My brother, dearer than life, Ali Ibrahim Khan; At this moment my condition is extremely bad owing to severe pain. If I live, well and good. If God forbid, that I die and the King sends for my wife and the ladies of my family you must never allow them to go. You must consider them as your mother and sister and keep them where they are. Otherwise I shall catch hold of your skirt and speak against you on the Day of Judgement.

(I.R.D., Original Persian Letter Received, 16 July 1788, No. 407).

ج : جہاں دار کا خط مسٹر ڈنکن کے نام

JAHANDAR'S LETTER TO MR. DUNCAN

My brother, dear as life, Mr. Duncan ! At the moment my condition is extremely bad owing to severe pain in the chest. If I survive, well and good. If I die, I shall only be submitting to the Divine Will. I enjoin on you in the name of all that you hold sacred that you must ever support my family. Continue to my wife the allowance you are paying me now. Should the King summon her, I beg of you, by all that is sacred in your religion, that you must never send her or my sons to him. I am laying down my life in your country; you must preserve the honour of my household for the love of Virgin Mary For the sake of the Holy Virgin do not send my wife under any circumstance whatever to Shah jahanabad. I am writing this at a time when my senses are giving way in order to impress on your mind the memory of my last request.

(I.R.D., Original Persian Letter Received, 8 June 1788, No. 333.)

اغلاط نامہ

نوٹ : پہلا ہندسہ صفحہ اور دوسرا سطر یا شعر کے نمبر شمار کو
ظاہر کرتا ہے ۔ قوسین کے باہر غلط اور اندر صحیح لفظ
درج ہے ۔ ف ، ن سے مراد فٹ نوٹ ہے ۔

۵/۴ چڑ (چڑا) ۳/۲۵ ان (عاد) ۳۵/ف ۔ ن ۔ ہیسٹنگر
(ہیسٹنگز) ۸/۴۰ کرلیر (کرلیں ۱) ۱۴ (۱) (×) ۵/۵۰ ھی
(×) ۱۸/۵۴ سواں (سواراں) ۲۱/۵۵ پنیری (پنیر) ۱۲/۶۵
'داغ (داغ،) ۹۵/۷۴ دل مت (مت) ۱۱۱/۷۶ 'انے (انے)
۷۸/ ف ۔ ن مصرح (مُصرع) ۲۰۲/۸۶ رستمی ہے (رستمی کا)
۲۴۹/۹۱ سجمھتے (سمجھتے) ۱۰۰/ف ۔ ن ۳ کو ۴ اور ۴ کو ۳
قرار دیں ۔ ۱۰۴/۳۷۲ بہی (یہی) ۱۰۷/۳۹۱ ہے (سے) ۱۱۱/ف ۔ ن
پہنحاؤں (پہنچاؤں) ۱۱۵/۴۶۴ چو (جو) ۱۱۹/ف ۔ ن ۱۵/ف ۔ ن
صفیحہ (صفحہ) ۱۲۰/۴۹۵ تو (×) ۱۲۴/۵۳۹ یالہلی (یا الٰہی)
۱۲۶/۵۵۹ فغان (فغاں) ۱۲۹/۵۸۵ لہ (نہ) ۱۳۰/۵۸۸ ھاھو
(ھاوھو) ۱۳۲/۶۱۶ تڑپھتا تھا (تڑپھتا) ۱۳۸/۶۶۳ اٹھی یوں
اٹـھی ؟ یوں اٹھی ؟) ۱۴۱/۶۸۶ - ۳ (۲) ۱۴۲/۶۸۹ کے تئیں
(تئیں ؟) ۱۴۵/۷۱۰ ، (×) ۷۱۲ کسی (کسے) ۱۴۶/۷۲۱ کذا
۱۵۰/۷۶۰ فه (نه) ۔